مطلع خورشید

یعنی

دیوان نانک

مصنفہ جناب لالہ نانک چند صاحب کھتری المتخلص بہ
نانک لکھنوی
شاگرد خدائے سخن حضرت خورشید مرحوم لکھنوی

حسب فرمائش
بابو گوپال داس صاحب اگروال رئیس بنارس مالک
فرم مسرس بشیشر پرشاد اینڈ سنس بنارس

مطبع [illegible] پریس محلہ [illegible] بنارس

حضرت ناتک لکھنوی

حالاتِ زندگی آپ کا نام لالہ ناتک چند صاحب کھتری اور تخلص ناتک ہے، وطن آپ کا ہندوستان کا مایۂ ناز شہر لکھنؤ ہے۔ عمر آپ کی ابھی تک کُل اکتیس ۳۱ سال کی ہے۔ اور دُنیائے شاعری میں قدم رکھتے ہوئے آپ کو صرف دس سال گذرے ہیں، دو برس کامل آپ نے اپنے اُستاد حضرت رشید مرحوم لکھنوی کی خدمت کی، مگر واہ رے فیضِ صحبت، و قوتِ نفسِ اُستادی کہ اتنی قلیل مُدت میں وہ فیض بخشا کہ آج آپ کا شاگرد چار دانگ ہند میں مشہور ہو رہا ہے، اور شاگرد بھی وہ جبکہ اُستاد کی جلالتِ شان کو کبھی نہیں بھولا، اور جا بجا اپنے اشعار میں برابر اُسکا اظہار کرتا رہا۔

اگرچہ حضرت ناتک غزل گوئی میں بھی بے نظیر ہیں، لیکن مرثیہ گوئی میں

ان کی حیرت انگیز ترقیاں قابل قدر ہیں،

سب سے زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ آپ فارسی تو درکنار اُردو بھی ایک حرف نہیں جانتے، لیکن اپنے اشعار میں ایسے ایسے معنی خیز الفاظ استعمال فرماتے ہیں جنکو اعلیٰ درجہ کا قابل شخص ہی بول سکتا ہو

آپ کی مرثیہ گوئی کو دیکھو تو اور بھی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایک اس طرح کا آدمی ہندو اور اسلامی تاریخی واقعات کو ان معلومات کے ساتھ نظم کرے جن سے بہت سے مسلمان بھی بے خبر ہیں کس قدر تعجب خیز امر ہے،

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسطرح کی شاعری میں ملک ہندوستان کے اندر آپ ہی اپنی نظیر ہیں،

قدردانی سخن

بحالات موجودہ میں اپنی ذاتی رائے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ایسے شخص کے کلام کی ہندو اور مسلمان دونوں کو قدر کرنی چاہیئے۔

ہندوؤں کو تو اس وجہ سے کہ عام طور پر مسلمانوں کا خیال ہے کہ ہندو صاحبان اُردو ادب سے بالکل بے بہرہ ہیں، اور خاصکر اسی

پُرآشوب زمانہ میں جبکہ ہندی اور اُردو کے جھگڑوں نے ہندؤں کو اُردو نویسی سے دست کشیدہ کر رکھا ہے اور یہی یہ اعتقاد راسخ ہو جاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں ایک ہندو شخص کا ادبیاتِ اُردو میں ترقی کرنا ہندؤں کے نزدیک قابلِ فخر ہونا چاہیئے، جیسا کہ کسی مسلمان کے سنسکرت زبان حاصل کرنے سے مسلمانوں کو مسرت ہوتی ہے۔ غالباً اسی تحصیلِ زبان کے مسئلہ پر نظر کرتے ہوئے اب ہندو یونیورسٹی بنارس میں بھی اب اُردو کے مشاعرے ہوا کرتے ہیں،

اور مسلمانوں کو آپ کی قدر اس وجہ سے کرنی چاہیئے کہ ایک غیر مسلم شخص کے قلم سے مسلمانوں کے اعتقادی مسائل اور کربلا کے تاریخی واقعات اس خوبصورتی سے نکلیں جن کو بہت سے مسلمان بھی ادا نہ کر سکیں کس قدر قابلِ قدر کام اور مسرت کا مقام ہے،

مجھے یہ معلوم کر کے بہت بڑی خوشی ہوئی کہ بہت سے مسلمان آپکی مرثیہ گوئی کی قدر کرتے ہیں، اور بعض حضراتِ اسلام نے تو آپ کی قدردانی اس حد تک کی کہ آپ کی تقریری بھی اپنے یہاں کر دی ہیں غائبانہ طور سے اس قدردانی اور جو صلہ افزائی کی نہایت قدر کرتا ہوں،

اور ہندؤں میں بھی جناب بابو گوپال داس صاحب تپش بنارسی اور

ان کے امثال چند صاحب ایسے قدر دان پائے جاتے ہیں جنکی تحریک و

سعی بلیغ سے یہ دیوان چھپ گیا، اور جناب بابو گوپال داس صاحب

موصوف کی قدر دانیوں پر نظر کرتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ

ہندو حضرات بھی میرے مذکورہ بالا کمترخیال سے غافل نہیں ہیں

اسلئے ایسے حضرات بھی قابل شکریہ اور مبارکباد ہیں۔

معیار سخن | آخر میں مجھے کچھ آپ کے کلام اور طبیعت خداداد کے

متعلق رائے زنی کرنی ہے کہ آپ کا سخن کس پایہ کا ہے؟

موجودہ زمانہ میں دو قسم کی اُردو شاعری کا رواج ہے، ایک کو

جدید اور دوسری کو کہنہ رنگ کہتے ہیں،

یوں تو شاعری کے بہت سے دَور مانے گئے ہیں، لیکن بنظر اختصار

ہم صرف چار دَور مانتے ہیں، یعنی میر و مصحفی سے لیکر ناسخ و آتش تک

ایک دَور، ناسخ و آتش سے لیکر غالب و ذوق تک دوسرا دورہ

غالب و ذوق سے لیکر داغ و امیر تک تیسرا دور۔

اگرچہ اس تقسیم میں کچھ منفردات اور مستثنیات بھی ہیں، مثلاً

ناسخ مرحوم کو بعض شعراء اردو زبان کا ترقی دینے والا یا مُتمّم لسان کہتے
ہیں، اور میری تقسیم میں غالب و میر ایسے شعراء بھی داخل ہیں جن کی جلالتِ
شان اور عظمتِ کلام کا زمانہ مقر ہے، اور حقیقت امر یہ ہے کہ مرزا غالب مرحوم
کا کلام اس پایہ کا ہے جس کے آگے اب کے جدید رنگ والے شاعر بھی سرِ تسلیم
خم کئے ہوئے ہیں، اور میر ایسا شاعر جس کی شاعری کا غالب ایسے فدائی سخن
کو بھی اقرار تھا، اس لئے کم از کم مرزا غالب کی شاعری کو رنگ کہنہ کا خطاب
نہیں دیا جا سکتا، حضرت غالب کا کلام اب بھی تازہ ہے، مگر میری تقسیم
زمانوں کے اعتبار سے ہے، یعنی ایک زمانہ وہ تھا کہ مصحفی ایسے اساتذہ
کی مضمون آفرینیوں کا ڈنکا تھا، اور ایک وہ وقت آیا کہ ناسخ وغیرہ
ایسے شاعروں کی شاعری نے ملک سے تحسین و آفریں کا خراج لیا۔
بعد کو ایک دور وہ آیا کہ ناسخ وغیرہ کے بجائے ملک غالب و ذوق کے
کلام کا دلدادہ ہو گیا، مگر ان دونوں زمانوں کے بعد ایک دور وہ
آتا ہے جسکو داغ و امیر کا زمانہ کہتے ہیں، اس دور کی شاعری نے تو
اپنے پچھلے دوروں کی شاعری کو پرانے رنگ کا خطاب دیا، اور
خود اردو زبان کا مُتمّم بن گیا، اور اب سے زبان کی شاعری کہی جانے لگی

اس کے بعد پھر ایک دورِ جدید آتا ہے، جو اپنے کو جدید شاعری کا موجد کہتا ہے، اور میرے نزدیک یہی شاعری کا چوتھا دور ہے جو اس وقت موجود ہے،

جدید رنگ کی شاعری کا کیا معیار ہے؟ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے اور ابھی تک اس کی حقیقت معرضِ بیان میں نہیں آئی ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ ہے کہ گذشتہ اُردو شاعری کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، جدت بیان اور جدت الفاظ کے ساتھ (جس میں مصوری و محاکاتی واقعات بھی داخل ہیں) اظہار جذبات و خیالات کرنا۔ بس یہی جدید رنگ ہے۔

اور لطف یہ ہے کہ حضرت نانک کے کلام میں امیر و داغ کے دور کا رنگ بھی شامل ہے جو ابھی تک متروک نہیں ہوا ہے، اور زیادہ تر ملک میں اسی شاعری کا رواج ہے، اور موجودہ جدید رنگ بھی شامل ہے، غرض یہ ہے کہ آپ ہمہ صفت موصوف ہیں۔

"خوبی کلام" کی ایک بحث اور رہ گئی، اُسکو عمداً ترک کرتا ہوں اسلئے کہ سخن فہم اور نکتہ داں حضرات اس دیوان کو پڑھکر خود ہی اندازہ کر لینگے کہ حضرت نانک کا کلام کس پایہ کا ہے، عیاں را چہ بیان،

از نجابت حسین جلیس بنارسی

تاریخ طبع دیوان نانک یعنی مطلع خورشید

از حضرت عیش بناری

شکرِ افضالِ کردگار مجید / جسنے دکھلایا ہمکو روزِ سعید

یعنی دیوانِ حضرتِ نانک / جسکو کہتے ہیں مطلعِ خورشید

ہوگیا طبع شان وشوکت سے / ہوئی شاملِ خدا کی جب تائید

عیش ہجری ہو اور عیسوی سن / لکھو تاریخ چھوڑ دو تمہید

نظمِ رنگیں ہے آفتابِ عُلو / کیا چھپا یہ بھی مطلعِ خورشید

سنہ ۱۹۲۵ء / سنہ ۱۳۴۳ھ

مطلعِ خورشید

جمالِ حضرتِ یوسف میں تیرا نور پنہاں تھا
زلیخا نے کیا تھا چاک جس کو تیرا داماں تھا

اسیری میں بھی اے صیاد بے تسکیں کا ساماں تھا
بس آنکھیں بند کیں اور سامنے صحنِ گلستاں تھا

ہر اک قطرہ مرے آنسو کا قعرِ سوزِ پنہاں تھا
لگی تھی آگ دل میں اور بجھانے کا نہ ساماں تھا

کوئی محوِ تماشا ہو گیا تھا مسکرانے پر
وگرنہ تیر دل سے کھینچنا قاتل کو آساں تھا

پریشاں دل میں کچھ ایسی کشش تھی جذبِ الفت کی
کہ بوئے پیرہن آئی تھی کتنی دور کنعاں تھا

علاجِ دردِ دل عیسیٰ اگر آتے تو کیا کرتے
طبیب اپنا وہی تھا جو کہ اپنا دشمنِ جاں تھا

ہجومِ حشر دیکھا اور تماشا گاہِ دنیا بھی
تماشائی تمہارے سب تھے کس کا کون پرساں تھا

تو ہی تو تھا تری خلوت کے یہ سارے کرشمے ہیں
حقیقت میں زلیخا تھی نہ یوسف تھا نہ زنداں تھا

نگاہیں چار ہوتے ہی نہ پوچھو مجھ پہ کیا گزری
وہ بزمِ عیش تھی یا میرے مر جانے کا ساماں تھا

کھلا رازِ نہاں آئینۂ وحدت میں جب دیکھا
کہ عاشق ہی سراپا جلوۂ تصویرِ جاناں تھا

جنونِ عشق میں آخر زلیخا کو خبر کب تھی
یہ دامن تھا کسی کا یا وہی اپنا گریباں تھا

یہی اک مشغلہ تھا قیدِ تنہائی میں اے نانک
کہ آنکھیں تھیں مری اور روزنِ دیوارِ زنداں تھا

دل میں نانک یادِ خدا تھی پیشِ نظر بت خانہ تھا
ہوش کی ساری باتیں تھیں ظاہر میں مگر دیوانہ تھا
سب کچھ تھا اک دل میں پنہاں، جس کا جو افسانہ تھا
دونوں جہاں کی اُس کو خبر تھی آپ سے جو بیگانہ تھا
اہلِ نظر گر دیکھتے شب کو روشن دنیا عشق کی تھی،
یوں تو لحد پر کوئی نہ تھا ہاں شمع تھی یا پروانہ تھا
ہے حد بھی فریبِ دہر کی کوئی، مرتے مرتے یہ نہ کھلا
تھا دوست یہاں جو دشمن تھا، آخر میں وہی بیگانہ تھا
اللہ رے جنوں کی تاثیریں آبادی ہو یا صحرا ہو
بس آنکھ اُٹھائی جس جانب تا حدِّ نظر ویرانہ تھا
نام صفائی رکھ لیئے ہم نے ورنہ حاصل تو یہ ہے ای دل
اُسکے ہی عکسِ رُخ سے تھے دونوں شمع تھی یا پروانہ تھا
محفل سے گُلریوں کی کیوں خاک نشیں اُٹھوائے گئے
گلشنِ حسن و عشق میں یارب سبزہ کب بیگانہ تھا
آخر آخر بنتے بنتے بن گیا رنگیں کس درجہ ،

اوّل اوّل آہ جو اپنا سادہ سا افسانہ تھا

ارمانوں سے دل کی زینت تھی خوں اُن کا کیا کس ظالم نے

ماتم کی صدائیں آئیں وہاں سے عیش کا جو کاشانہ تھا

رازِ فنا کے دیکھنے والے گورِ غریباں تک آتے

ذرّہ ذرہ خاک کا میری عبرت کا افسانہ تھا

عہد میں اپنے ہم نے ناناک دیر میں کعبہ دیکھا ہے

کوئی زمانہ ایسا بھی تھا کعبہ جب بت خانہ تھا

ناناک یہ اوج ہوگا مرے تیر آہ کا

کب کام ہے یہ اے مرے خالق گناہ کا

ثابت ہوا یہ گردشِ لیل و نہار سے

جو دیکھنے کو آئے وہ با چشم تر گئے

جاتا ہوں یوں میں داورِ محشر کے سامنے

ارمان شوقِ دل بڑھا تعظیم کے لیے

دردِ جگر کو کیوں نہ دعاؤں میں بھر میں

محشر میں تھا کرشمۂ رحمت یہ دید نی

زخمی کرے گا دل فلک کینہ خواہ کا

پوچھو ان بتوں سے حال جو [illegible] کی راہ کا

آنکھوں میں ہے طلسم فیہ دنیا [illegible] کا

منظر عجیب تھا مرے حالِ تباہ کا

گردن جھکی ہے بار سے سر پہ گناہ کا

آئے جو دیکھا تیر کسی کی نگاہ کا

پیمان یہی ہے اک مرے حالِ تباہ کا

ہر لفظ پھول بن گیا فردِ گناہ کا

کسی کے ہاتھ میں تلوار ہے اللہ ری بیتابی / کھلا جاتا ہے شوقِ قتل میں تکمہ گریباں کا

چھٹکنا وہ دُرانی شکل میں تاروں کا گرد و پیش / وہ میرے سامنے آنا شبِ تاریک ہجراں کا

اگر تم بے نقاب آؤ تو کل ذرّے چمک اٹھیں / سماں ہو رات کو گورِ غریباں میں چراغاں کا

کوئی وحشی کسی پر مر گیا شاید، وہ آتے ہیں / چلو دیوانگانِ عشق در کھلتا ہے زنداں کا

ازل کے روز سے خوگر عشق ہے جامہ دری وحشت / صریرِ کن تھا آوازہ مرے چاکِ گریباں کا

کسی کو بھی ہوا ہے سعیِ لاحاصل سے کچھ حاصل / جدا ہونا بہت مشکل ہے میرے دل سے پیکاں کا

شبِ فرقت میں تارے مجھ پہ ہنسکر کیا بتائیں گے / سماں دیکھے ہوئے ہوں یار کی زلفِ پریشاں کا

ہوائے کوچۂ قاتل میں یہ طرفہ اثر دیکھا / لہو ایک ایک قدم پر خشک ہو جاتا ہے انساں کا

نہ پوچھو حالتِ قلبِ زلیخا ہجر یوسف سے / کہ اک ٹوٹا ہوا تکمہ ہے یوسف کے گریباں کا

معاذ اللہ اسیروں سے بڑی صیاد کو ضد ہے / قفس میں بند کر کے ذکر کرتا ہے گلستاں کا

مجھے وحشت نے اتنا تنگ کیا ہے خوگرِ ایذا
مزا دیتا ہے چبھنا پاؤں میں خارِ بیاباں کا

گھٹ رہا تھا دم شبِ فرقت میں لیکن صبر تھا / تا زباں نالہ نہ آیا دل پہ ایسا جبر تھا

چین کچھ تھا سے نہ اسکو شاید یاد تھا / اُسکے کوچہ میں جو کچھ اپنا نشاں تھا قبر تھا

مر گیا گو صدمۂ فرقت سے لیکن اُف نہ کی / عاشقِ شیدا میں [illegible] انتہا کا صبر [illegible]

زاہدو! اُسوقت میں کیونکر نہ پیتا شوق سے
موسمِ باراں تھا اور گرد دل پہ ہلکا ابر تھا

انتہا جور و ستم کی ہے تمہارے یا نہیں
آہ و نالہ تا زباں آیا نہ جب تک صبر تھا

درد و غم نے بے طرح تڑپا دیا نانک مجھے
کون کہتا ہے شبِ فرقت میں دل پر جبر تھا

دم لبوں تک تو ذرا آنے دو شیدائی کا
پھر بتاؤنگا تمہیں وقت مسیحائی کا

حال کیا پوچھتے ہو انجمن آرائی کا
دل ہے ٹوٹا ہوا تارا شبِ تنہائی کا

حال معلوم نہ تھا صبح کی انگڑائی کا
مُفت گردن پہ لیا خون تماشائی کا

دل کے جذبات کا اظہار تو دشوار نہیں
صرف آتا ہے خیال آپکی رسوائی کا

در و دیوار سے ملتا ہے گلے خوش ہو کر
بڑھتا جاتا ہے جنوں آپ کے سودائی کا

بیکسی ہے وہی مرقد میں وہی تاریکی
ساتھ چھوٹا نہ یہاں بھی شبِ تنہائی کا

بھر گئی کانوں میں آوازِ شکستِ رگِ دل
وہ سماں یاد ہے ابتک تری انگڑائی کا

اُو زمانہ کے نظر بازوں سے چھپنے والے
ہم بھی سنتے ہیں فسانہ تری رعنائی کا

دل بھی سینے میں سحر سے نہیں ہوتا معلوم
کون افسانہ سُنے رات کی تنہائی کا

حُسن نے روزِ ازل خود ہی اُٹھایا پردہ
نام بدنام ہوا مفت تماشائی کا

دلِ بیکس تری حالت پہ خدا رحم کرے
اب گیا ہاتھ سے موقع بھی شکیبائی کا

آنکھ سے آکے رُکا ہے سرِ مژگاں آنسو
دل سے نکلا ہے ستارہ شبِ تنہائی کا

دلِ پُر داغ چلا مجھ سے یہ کہکر ناٹک
ساتھ دیتے دو ہیں اب لالۂ صحرائی کا

ترا مریض اگر مائلِ شفاں ہوتا
صدا سے نالۂ بے چین اک جہاں ہوتا

صبا کے دوش پہ مشت نے اگر رواں ہوتا
میرا غبار نہ جانے کہاں کہاں ہوتا

خوشی کی بات ہے دل لیکے آپ خوش تو ہوئے
ہمارے پاس جو ہوتا تو رائگاں ہوتا

ہے جسکی لاش پہ ہر وقت تاک میں بجلی
وہ ایک پھول فقط زیبِ آشیاں ہوتا

وہاں زخم نمک خوار ہیں ترے قاتل
وگرنہ درد میں پھر یہ مزا کہاں ہوتا

یہ بات اور ہے ظاہر میں تو جدا رہتا
نہیں تو میں وہیں ہوتا کہ تو جہاں ہوتا

جو تم کو چاہنے کی ہم نہ ابتدا کرتے
تو حسن و عشق میں یہ ربط پھر کہاں ہوتا

طواف کعبہ سے کیا فائدہ غرض تو یہ تھی
کہ عمر بھر میرا سر تیرا آستاں ہوتا

جو ہوتی مرگ سے وابستہ وصل کی اُمید
ترے مریض کا جینا عذابِ جاں ہوتا

اُٹھائے لیتے ہو کیوں ہاتھ چارہ سازی سے
یہ دل نہ ہوتا تو پھر دردِ دل کہاں ہوتا

سبھی جہاں میں حسینوں کا پاس کرتے ہیں
تم ہوتے دوست تو دشمن نہ آسماں ہوتا

فروغِ حسن سے پیدا ہوئی ہے عشق کی آگ
جو تم نہ ہوتے تو دنیا میں ہیں کہاں ہوتا

نہ جانے کون ستم ڈھاتا چرخ ای نانک
ہو اُن کی طرح سے یہ پیر و جواں ہوتا

تنِ خاکی میں دلا روح کا جلوہ دیکھا
دامنِ گرد میں خورشید کو اخفا دیکھا

جو تماشا ہمیں آنکھوں نے دکھایا دیکھا
کیا کہیں عالمِ ایجاد میں کیا کیا دیکھا

صورتِ نقشِ قدم رہ گئے مٹتے مٹتے
خاکساروں کا حضور آپ نے نقشہ دیکھا

جیتے جی کے ہیں یہ جتنے ہیں سب احباب و عزیز
وقتِ مشکل میں نہیں کوئی کسی کا دیکھا

جلوۂ نور پکارا جو گرے غش کھا کر
لن ترانی کو سری حضرتِ موسیٰ دیکھا

جی گیا ہجر میں بیمارِ محبت مر کے
ملک الموت میں اندازِ مسیحا دیکھا

رہ گیا داغِ جگر بن کے مرے سینہ میں
سوزِ غم نے نہ نکلنے کا جو رستا دیکھا

کہدیا حالِ دلِ زار ملا جو نانک
بیخودی یہ تھی کہ اپنا نہ پرایا دیکھا

اُن کی نظر پھری تو خلاف اک جہاں ہوا
دشمن ہوئی زمین عدو آسماں ہوا

مہماں سرا فراق میں دل کا مکاں ہوا
رخصت ہوا جو درد تو غم میہماں ہوا

تربت سے اپنی سوزِ محبت عیاں ہوا
ہر ذرہ آفتابِ قیامت نشاں ہوا

سر جسم سے جدا جو دمِ امتحاں ہوا
اچھا ہوا جو دور یہ بارِ گراں ہوا

درد و غمِ فراق سے یہ ناتواں ہوا
احباب کو نہ میرا جنازہ گراں ہوا

تنہا جو بعد مرگ چلا جانبِ عدم
رنج و الم کا ساتھ مرے کارواں ہوا

وہ آکے میری قبر کو پامال کر گئے
مٹنا بھی میرا باعثِ نام و نشاں ہوا

باغِ جہاں میں بلبلِ خانہ بدوش ہوں
جس شاخ پر بسر کی وہی آشیاں ہوا

ملکِ عدم بھی ہے عجب آرام کی جگہ
مصروفِ خواب آکے ہر اک کارواں ہوا

احباب لائے اسکی گلی تک کشاں کشاں
آگے مگر نہ میرا جنازہ رواں ہوا

ناٹک لحد میں آکے نکیرین پھر گئے
نامِ رسولِ پاک جو وردِ زباں ہوا

نہ رکھنا اسکو کعبہ میں نہ بتخانہ میں رکھ دینا
مرا آئینۂ دل اپنے کاشانہ میں رکھدینا

پسِ مردن نہ کعبہ میں نہ بتخانہ میں رکھدینا
جنوں نے مجھکو مارا لاش ویرانہ میں رکھدینا

رلائیگی بہت ہر اہلِ دل کو بیکسی اسکی
دلِ پُرداغ کو میرے عزاخانہ میں رکھدینا

نہ سمجھو انکو پتھر یہ دلِ نازک کے ٹکڑے ہیں
کبھی لیجا کے بھولے سے نہ بتخانہ میں رکھدینا

نہ کھلنے پائے اپنی داستاں رازِ محبت کی
کسی کا اسم فرضی میرے افسانہ میں رکھدینا

اذیت پہنچے جب عالم کو اسکے سوز سے ناٹک
دلِ سوزاں کو تربت کے سیہ خانہ میں رکھدینا

زیبِ آغوش نہیں جب سے وہ مہرو اپنا
دردِ فرقت سے بھرا رہتا ہے پہلو اپنا

میرے آئینۂ دل سے نہ خجل ہو جائے — سر اٹھائے نہ حباب آکے لب جو اپنا

ساغر مے جو نہیں ہے تو نہی اے ساقی — جام جمشید سر دست ہے چُلّو اپنا

صدمۂ درد جدائی سے اب اے جانِ جہاں — پہلوے گور ہوا ہے مجھے پہلو اپنا

دلِ بیتاب گلے رونے سے نکلتا تو سہی — حیف ارماں نہ ہوا آنکھ میں آنسو اپنا

کعبہ و دیر پہ موقوف نہیں کچھ نانک
جلوہ ہر شے میں دکھاتا ہے وہ ہر سو اپنا

ہم نے کیسے وحشی ترا ای جان نہیں دیکھا — ہے کون جسے چاک گریباں نہیں دیکھا

وصلت کی خوشی یا غم ہجراں نہیں دیکھا — ان آنکھوں سے کیا گردش دوراں نہیں دیکھا

یہ وصل کی شب کا کہیں ساماں نہیں دیکھا — پھر باتیں ہوا پردے میں یہ عنواں نہیں دیکھا

جمعیت خاطر کبھی ہے زلفیں بھی بنا دو — ہاں تم نے مرا حال پریشاں نہیں دیکھا

کیا کیا نہ کئے جور و ستم اہلِ وفا پر — لیکن کبھی ظالم کو پشیماں نہیں دیکھا

جب حال جناں پوچھئے کہتا ہے یہ زاہد — کیا تو نے کبھی کوچۂ جاناں نہیں دیکھا

دیوانے ترے قید سے ہمیشہ رہے آزاد — صحرا میں اجل آگئی زنداں نہیں دیکھا

جاتا ہی نہیں خانۂ دل سے غم فرقت — اے عشق اس انداز کا مہماں نہیں دیکھا

جس دن سے گئے دفن مجھے کر کے عدو دوست — پھر کبھی سوے گورِ غریباں نہیں دیکھا

روکے فرقت میں تری غرق کیا عالم کو
لطف طوفاں کا مجھے دیدۂ گریاں سے ملا

دیکھکر اسکی بہار اہل چمن ہوں گے خجل
دل پُر داغ کو میرے نہ گلستاں سے ملا

لطف اے پردہ نشیں آبلہ پا جانتا ہے
دشت گردی میں جو کچھ خاربیاں سے ملا

انتشار اور بڑھا دل کو مری سینہ میں
خواب میں بھی جو ترِی زلفِ پریشاں سے ملا

جب بڑھا دل کو مرے شوق شہادت نانک
جا کے مقتل میں گلے خنجر بُرّاں سے ملا،

اُس ستمگر کو مرے جوشِ جنوں پر ناز تھا
ساری دیوانوں میں میں اسواسطے ممتاز تھا

رازِ اُلفت کسنے کھولا اور کیونکر کھل گیا
کون سینہ میں مرے دل کے سوا ہمراز تھا

میکشی کا اے اس پردے میں زاہد تھا مقر
فصل گل کا کچھ عجب توبہ شکن انداز تھا

دیکھتا اِک عمر کے بعد انتہائے دشتِ نجد
تیری وحشت کا تو اے مجنوں ابھی آغاز تھا

قُم کہا اور ایک ٹھوکر سے جلائے سیکڑوں
کیا کرامت لب میں تھی کیا پاؤں میں اعجاز تھا

وائے قسمت تھی ابھی کل تک عنایت کی نظر
آج اے نانک کچھ اُسکا اور ہی انداز تھا

[illegible] جنوں کسی کے گیسوئے پُرشکن کا
پُر پیچ ہے مرا یہ جو نقطہ ہے سخن کا،

صحرا میں [illegible] صحرا کیسے [illegible] مہمانی
حاصل ہے لطف مجھکو غربت میں بھی وطن کا

آنکھوں سے اشک نکلے دیکھا جو سوئے گردوں
مجھکو خیال آیا غربت میں جب وطن کا

جوشِ جنوں میں ای دل ہرگز کمی نہ ہوگی
باقی رہیگا جب تک اک تار پیرہن کا

دیکھے ستارے روشن شب کو جو آسماں پر
کیا کیا خیال آیا اُس بت کی انجمن کا

غربت میں جب ملیگا ای دل کوئی شناسا
پوچھینگے حال اُس سے ہر ایک ہموطن کا

ای شمع رو نہیں ہے پروانے کا اگر غم
تھمتا نہیں ہی آنسو کیوں شمعِ انجمن کا

سوزِ الم سے جسکے جلتا ہے خلق کا دل
پروانہ ہوں میں نانکؔ اُس شمعِ انجمن کا

نہیں شکوہ جفائے نازنیں کا
نوشتہ مٹ نہیں سکتا جبیں کا

ہوا پھر عشق دل کو اک حسیں کا
خدا حافظ ہے اب جانِ حزیں کا

پھنسا کر حلقۂ گیسو میں مجھ کو
دل مضطر نہ رکھیگا کہیں کا

سوا درد و الم کے ہجر کی شب
کوئی پرساں نہیں جانِ حزیں کا

شکستہ ہوگیا رنج و الم سے
دل نازک ترے اندوہگیں کا

مرے نالوں کی اللہ رے رسائی
ہر اک دربان ہے عرشِ بریں کا

جگر پر یوں لگا اے شوخ ناوک
کہ دل سے شور اُٹھے آفریں کا

دوا ہر درد کی ممکن ہے نانکؔ
نہیں لیکن علاج اُنکی نہیں کا

شب ہجر اب بھی نانک وہیں اضطراب ہوتا
مری آنکھوں میں جو مہماں کبھی آکے خواب ہوتا

تری بے رخی سے ظالم ہے خلاف ایک عالم
نہ تری نگاہ پھرتی نہ یہ انقلاب ہوتا

وہ ستم کبھی مجھ پہ کرتے تو ترانے سب ہوتے
کوئی انتخاب ہوتا کوئی لاجواب ہوتا

اسے عاشقوں سے اپنے یہ حجاب کا سبب ہے
کوئی ہوش میں نہ رہتا جو وہ بے نقاب ہوتا

میں تڑپ کے مر بھی جاتا تو زبان سے اُف نہ کرتا
شب ہجر لاکھ دل کو مرے اضطراب ہوتا

یہ سبب ہے التجا کا کہ نہیں جواب تیرا
نہ سوال تجھ سے کرتے جو ترا جواب ہوتا

کبھی پھوٹتا ابھر کر کبھی پھوٹ کر ابھرتا
اگر آبلہ جگر کا صفت حباب ہوتا

مرے داغ دل دکھاتے جو کبھی فروغ نانک
کوئی ماہتاب ہوتا کوئی آفتاب ہوتا

عشق کا تیرے ستمگر یہ نتیجہ نکلا
دل کو بت خانہ سمجھتے تھے وہ کعبہ نکلا

ہوں وہ وحشی جو سوئے دشت کبھی جا نکلا
رہنمائی کے لیے عشق کسی کا نکلا

میں وہ لاغر ہوں جو لیلیٰ کے مقابل آیا
میرا اور قیس کا بس ایک ہی نقشا نکلا

ہوں وہ وحشی کہ بس مرگ مرے ماتم میں
چاک اک بار گریبان سحر کا نکلا

حشر میں جب مرے اعمال تلے اے نانک
تو گراں رحمت معبود کا پلہ نکلا

بحرِ غم میں ہے تلاطم دلِ مضطر نہ ملا
کشتیِ عمرِ رواں کا مجھے لنگر نہ ملا

نامۂ یار ابھی دے کے گیا ہے قاصد
کس زباں سے میں کہوں مجھکو پیمبر نہ ملا

زاہدا بادہ کشی کو جو برا کہتے تھے
حشر کے دن انھیں جامِ مئے کوثر نہ ملا

شہرۂ مہرِ قیامت تھا اُسے بھی دیکھا
ہاں مگر ثانیِ داغِ دلِ مضطر نہ ملا

رات کو شمع پہ جل جل کے مرے تھے لاکھوں
صبح کو بزم میں پروانوں کا اک پر نہ ملا

ایک وہ ہیں جنھیں ساقی نے دیئے جام پہ جام
ایک ہم ہیں کہ کہیں ایک بھی ساغر نہ ملا

نہ ہوئی صبحِ شبِ ہجر تو مر جاؤں گا
سلسلہ رات سے اے گیسوئے دلبر نہ ملا

ناز کیونکر نہ ہو نازک کہ ہوں شاگردِ رشید
ان کا ثانی مجھے دنیا میں سخنور نہ ملا

بڑھ گیا ہے سوزِ پیہم عاشقِ دلگیر کا
حلقہ حلقہ جل رہا ہے پاؤں کی زنجیر کا

طائرِ دل آج اڑنے کے لیے تیار ہے
لگ گیا ہے پر اسے کوئی تمہارے تیر کا

کان تک جس کے صدا پہنچی وہ دیوانہ ہوا
کیا جنوں انگیز ہے نالہ مری زنجیر کا

کیا عجب ہے موت اسکی یاد کرتی ہو اسے
لے رہا ہے ہچکیاں بسمل تری شمشیر کا

ہونٹ ہیں برہم خدا جانے سمجھتے ہیں وہ کیا
شکوہ کرتا ہوں جو اُنکے سامنے تقدیر کا

دشتِ وحشت میں جو میری ناتوانی دیکھتا
رنگ مثلِ ہوش اڑتا قیس کی تصویر کا

نالۂ دل سوز اے نانک کرونگا اس طرح
نرم ہو جائیگا دل آج اس بت بے پیر کا

یہ ظلم و ستم بانیٔ بیداد نہ کرنا
لے کر دلِ ناشاد کو برباد نہ کرنا

کیا تم سے کھینچے گی مرے محبوب کی تصویر
یہ قصد کبھی مانی و بہزاد نہ کرنا

زنداں میں اسیروں سے وہ کہہ جاتے ہیں کر
گر پاس محبت ہے تو فریاد نہ کرنا

مجھ سے یہ پسِ مرگ کہا اہل وفا نے
اب رُخ بھی سوئے عالم ایجاد نہ کرنا

اے ضبط ترے ہاتھ ہے اس بزم میں عزت
یہ حکم وہ فرماتے ہیں فریاد نہ کرنا

کرنا نہ شب وصل کہیں شکوۂ فرقت
ایسا تو غضب اے دل ناشاد نہ کرنا

جائینگے کہاں چھٹ کے اسیرانِ محبت
بہتر ہے کہ انکو کبھی آزاد نہ کرنا

یہ کہہ کے غم ہجر میں چپ ہو گیا کوئی
اے بھولنے والے تو ہمیں یاد نہ کرنا

تو خلق میں نانک کے لیے خلق ہوئی ہے
اے قوت نظم اور کی امداد نہ کرنا

کیا قیامت ہے کہ پروانہ تو مایوس رہا
ہم بغل شمع سے ہر رات کو فانوس رہا

مثل سبزہ نہ چھٹا دل تری پامالی سے
صفت رنگ حنا ہیں کے قدم بوس رہا

جوش وحشت میں جو میں دشت نوردی کو چلا
خار صحرا مرے ہر گام پہ پابوس رہا

واے اے شوقِ اسیری کہ پسِ مردن بھی
طائرِ دل قفسِ جسم میں محبوس رہا

دل بیتاب کا آیا نہ خیال اے ناٹک
دردِ پہلو میں جگر سے مرے مانوس رہا

کسی بیداد گر کے جور کا حد سے گذر جانا
محبت میں کسی کا جان دیکر نام کر جانا

تلاشِ یار میں دیوانے یوں صحرا میں پھرتے ہیں
جگر تھامے ہوے اپنا اِدھر آنا اُدھر جانا

گلی تک آپکی اس طرح سے آیا ہے یہ لاغر
کبھی دو اِک قدم چلنا کبھی دم بھر ٹھہر جانا

تمہاری چال کا انداز مستانہ یہ کہتا ہے
خرامِ ناز سے محشر بپا کرنا جدھر جانا

ابھی ناداں ہو مانو نہ مانو کہدیا ہم نے
نہیں اچھا ہے دونوں وقت ملتے بام پر جانا

نہ آئیں وہ تو اے ناٹک کوئی تصویر بھجوا دیں
اگر وہ چاہتے ہیں قلبِ مضطر کا ٹھہر جانا

مجھکو اک عرصہ تڑپتے مثلِ بلبل ہو چکا
اب مرا جینا تری فرقت میں اے گل ہو چکا

ہیں گدائی کے ارادے بھی تھی پابندی کی انتہا
جب قناعت پر قناعت کی توکل ہو چکا

ذرہ ذرہ باغ کا جب ہے اطاعت میں تری
خونِ بلبل کا یہاں الغضب اے گل ہو چکا

کہہ رہی ہے نوحہ خوانی عندلیبِ زار کی
لو خزاں کی فصل آئی موسمِ گل ہو چکا

قتل کر قاتل وگرنہ خودکشی کرتا ہوں میں
جان دینے میں مجھے بس اب تامل ہو چکا

روز موت آکر سر بالیں یہ دیتی ہے صدا
غافلو ہشیار ہو بالیں اب تغافل ہو چکا

آہ بلبل کو ہوئی اس دم رہائی قید سے
باغباں جب رنگ گلشن میں تبدل ہو چکا

اب نہ جینے دیگی اے نانک مری دیوانگی
پنجۂ وحشت قضا کا مجھکو چنگل ہو چکا

رہ گیا اپنا جگر اور قلب شیدا رہ گیا
کیا بتائیں کوچۂ جاناں میں کیا کیا رہ گیا

دیکھنا ای رشک لیلیٰ ہم رہیں گے دشت میں
صورت مجنوں اگر قبضہ میں صحرا رہ گیا

آجتک اہل وفا کی محفلوں میں ذکر ہے
مرنے والا مرگیا عالم میں چرچا رہ گیا

سب ہیں مشتاق تصور رہتے ہو آنکھوں میں تم
اب کہو کیا چاہنے والوں سے پردہ رہ گیا

درد خود اٹھ اٹھ کے دیتا ہے خبر اس امر کی
انکی مژگاں کا کوئی سینے میں کانٹا رہ گیا

وای حسرت آنکھ سے آنسو نہ نکلا ہجر میں
بند ہو کر چشم کے کوزے میں دریا رہ گیا

شکوہ نانک کو رہیگا تجھ سے اے وحشت جنوں
چاک ہونے سے اگر دامان صحرا رہ گیا

کشاکش میں ستمگر عاشق اندوہگیں ہوتا
اگر تو بھی قضا کیطرح وقت واپسیں ہوتا

نشانہ تو اڑا آتا دل رہنا تھا مگر مشکل
ترا ناوک کہیں ہوتا ہمارا دل کہیں ہوتا

بہد اٹھے وحشت تیرا عشق رہتا ساتھ تیرے یا
اکیلے گھر میں کوئی تو ہمارا ہمنشیں ہوتا

اٹھائے لاش مجھ بیکس کی وہ ظالم ضرور آتا
اگر اس بےخبر کو مرنے کا یقیں ہوتا

جدا سینہ میں دونوں رہتے ہیں تم سی جو فرقت سے
جو تم پہلو میں ہوتے تو جگر دل کے قریں ہوتا

نہ جانیں کیا گذرتی ہم پہ الجھن اور بڑھ جاتی
پریشاں آپکا گیسو جو وقت واپسیں ہوتا

بہت آسان ہوتا روح کا نانک نکل جانا
دم آخر سر بالیں اگر وہ مہ جبیں ہوتا

خوب اک جلوہ دکھا کر آپ نے شیدا کیا
جب ہوئے شیدا تو پھر کسطرح پردا کیا

میری پابندی کی خاطر پھنس کے دام زلف میں
تو نے اے دل سلسلہ زنجیر سے پیدا کیا

یہ ہوا بلبل کے نالوں کا اثر صیاد پر
رات بھر دل تھام کر زیر قفس رویا کیا

آہ وہ فرقت کی شب رکھ لی مری نبض عشق کی
کام تو نے اے اجل اک مسیحا کا کیا

یاد احباب وطن جب آتی غربت میں مجھے
رو کے چشم یاس سے سوئے فلک دیکھا کیا

اب میسر ہوگا جب دیدار پوچھیں گے یہ ہم
تو نے کیوں جلوہ دکھایا اور کیوں پردا کیا

موت ہی آئی عیادت کو نہ وہ رشک مسیح
رات بھر بیمار فرقت راستہ دیکھا کیا

ضبط کرتا ہوں تو دم گھٹتا ہے گھبراتا ہے دل
آہ کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ رسوا کیا

ہوں وہ وحشی دیکھ کر نانک مرا رنگ جنوں
کس خوشی سے اہل صحرا نے شریک اپنا کیا

تو مری دل میں اگر آ کے نہ مہماں ہوتا
کوئی پرساں نہ ترا از غم ہجراں ہوتا

ہوں وہ وحشی کہ سر ماتم میں بھی ساماں ہوتا
بلبلیں روتیں تو گل چاک گریباں ہوتا

آپ آتے تو عیادت کو مری اے عیسیٰ
میں نے مانا نہ مری درد کا درماں ہوتا

کوچۂ یار میں اس طرح کی تاریکی ہے
کہ ادھر سے جو گذرتا وہ پریشاں ہوتا

اے اجل تو شب فرقت میں اگر آجاتی
چین آجاتا مجھے گو ترا احساں ہوتا

خوبیِ قسمت سے گر اپنی رسائی ہوتی
خلد سے بڑھ کے ہمیں کوچۂ جاناں ہوتا

رو کے صیاد سے کہتے تھے اسیرانِ قفس
قید کیوں ہوتے جو قسمت میں گلستاں ہوتا

قتل اس ناز سے تا نکتہ تجھے کرتا قاتل
کہ ہر اک دیکھ کے انگشت بدنداں ہوتا

شب غم کچھ عیاں گر میرے نالوں کا اثر ہوگا
زمیں کو ہوگی جنبش آسماں زیر و زبر ہوگا

جو میرا شوق تیرا ہمسر اے نامہ بر ہوگا
تو اک دن کوچۂ محبوب تک تیرا گذر ہوگا

نہ تھا معلوم یوں ہو جائیگی تقدیر برگشتہ
مٹے پر بھی ہمارا کاسۂ سر در بدر ہوگا

مٹائیں گے وہ مجھ بیکس کو بعد مرگ جب اپنا
سر مزار ان خود حسرت پہ میری نوحہ گر ہوگا

وہی ہوگا مرے دردِ دل پُرغش سے واقف
جو اے قاتل کسی کا زخمیِ تیغ نظر ہوگا

نہ گھبرا اے دل وحشی ذرا طولِ شب غم سے
گریباں کی طرح خود چاک دامان سحر ہوگا

تردد ہے وہ جب اے دل جوابِ نامہ لائیگا
مزاجِ یار سے بڑھکر مزاجِ نامہ بر ہوگا

بچے گی جان اے نانک نہ اُنکی ترچھی نظروں سے
لگائینگے وہ جو ناوک جگر پر کارگر ہوگا

آئینہ دکھلا کے حیرت! تو نے یہ کیا کر دیا
مہرِ تاباں ہے وہ رُخ محوِ تماشا کر دیا

حُسن کے اعجاز نے تم کو مسیحا کر دیا
دردِ اُلفت نے ہمیں بیمار و رسوا کر دیا

کیسے بیخود ہو گئے اُس سمت کے سب بادہ خوار
جسطرف ساقی نے آنکھوں سے اشارا کر دیا

دل بھی ہے بیتاب میری بیقراری دیکھکر
ہو بُرا اس عشق کا دونوں کو رسوا کر دیا

جام گردش میں ہے اور بیخود ہیں سارے بادہ خوار
تیری چشمِ مست نے یہ کیا اشارا کر دیا

رازِ اُلفت چھپ سکا نانک نہ دو دن حیف ہے
ہجر میں نالوں نے آخر مجھکو رسوا کر دیا

جوشِ وحشت میں عجب حال ہے دیوانے کا
اختیار اپنے کا باقی ہے نہ بیگانے کا

ہاتھ میں شیشہ ہے ساغر ہے خمار آنکھوں میں
آج انداز نیا ہے کسی مستانے کا

جیب ہے پارہ ہے خبر فصلِ بہار آنے کی
بڑھتا جاتا ہے جنوں آپکے دیوانے کا

شعلہ رو بزمِ طرب میں ہے [illegible] میری سودا
شمع کا کوئی ہے [illegible] پروانے کا

لب تشنہ [illegible] چھلکا [illegible]
راستہ [illegible] میخانے کا

خود یہ ساقی نے کہا دیکھ کے وہ چشم پُر آب
یہی نقشہ ہے چھلکتے ہوئے پیمانے کا

اس الم سے نہ تھمے شمع کے آنسو شب بھر
غم کسی نے نہ کیا بزم میں پروانے کا

سب کی سنتے ہیں کچھ اپنی نہیں کہتے ہیں یہ بت
قابلِ دید تماشہ ہے صنم خانے کا

موسمِ گل ہیں ہاں آزادیِ جنوں کا کیا کہنا
پاؤں زنجیر میں رہتا نہیں دیوانے کا

ہاتھ لپکتا ہی اب دامنِ محشر کی طرف
حوصلہ حد سے بڑھا ہی ترے دیوانے کا

اشک تھمتے نہیں آنکھوں سے مری حشر کے دن
خوف ہے وعدۂ فردا کے گزر جانے کا

اپنی تصویر ہی بس دید کی منگوا بھیجی
مشغلہ تھا یہ مرے دل کے بہل جانے کا

انتظار اُن کا تھا ہمکو کہ اجل آپہونچی
اب ہوئی یاس کہ وقت آگیا خود جانے کا

وہ مٹا سکتے ہیں مٹائیں مری تربت کا نشاں
ہوگا خود غم اُنھیں اس نقش کے مٹ جانے کا

جوشِ وحشت ہی مجھے پوچھتے ہیں لوگ عبث
کیا بتاؤں میں کہ قصد کدھر جانے کا

چھپ گیا تا حشر زمانے میں رہے گا باقی
آپکے ظلم اٹھا کر مرے مر جانے کا

زندہ درگور ہے ناتک کہ ہے عشقِ گیسو
کنجِ مرقد ہے لقب اسکے سیہ خانے کا

تب وصلت نازنیں میں جام شراب ہوگا
شرمندہ آسماں پہ تو آفتاب ہوگا

جب آئینہ میں پیدا انکا جواب ہوگا
دعوے سے آپ اپنے اُنکو حجاب ہوگا

زلفوں میں ان بتوں کی اے دل کبھی نہ پھنسنا
میری طرح سے تو بھی خانہ خراب ہوگا

مٹ کر غبار میرا باد صبا کے ہاتھوں
اڑتا پھریگا در در ایسا خراب ہوگا

اے دل یہ کیا خبر تھی ہم در بدر پھریں گے
تقدیر کا نوشتہ ایسا خراب ہوگا

صورت دکھائیگا صاف آئینہ تصور
کسطرح عاشقوں سے انکو حجاب ہوگا

آئینگے فاتحہ کو جب وہ تو عکس رخ سے
ذرہ مری لحد کا اک آفتاب ہوگا

اعمال اچھے نا اکثر دنیا میں جو کرے گا
اس پر نہ بعد مردن کچھ بھی عذاب ہوگا

ہم نے کر کے مقابلہ دل کا
خود بڑھایا ہے حوصلہ دل کا

کبھی رونا کبھی فغاں کرنا
ہے یہ زنداں میں مشغلہ دل کا

مٹ گئے سارے حسرت و ارمان
لٹ گیا ہائے قافلہ دل کا

منصفی اٹھ گئی زمانہ سے
کوئی سنتا نہیں گلہ دل کا

پڑ گئی جان اک مصیبت میں
ہم سے کرکے مقابلہ دل کا

درد اٹھ اٹھ کے دیکھ رہا ہے جگر
جان لیگا معاملہ دل کا

جب سے فصل بہار آئی ہے
ہے ترقی پہ ولولہ دل کا

جتنے جور و ستم وہ کرتے ہیں
اتنا بڑھتا ہے حوصلہ دل کا

جبر آخر تو اب کدھر ہو گا ؟
درد سے ہے مقابلہ دل کا

گو ہی کرب کی رہی شدت
پھوٹ جائیگا آبلہ دل کا

جان دینے کو کھیل سمجھا ہے
آپ دیکھیں تو حوصلہ دل کا

دیکھئے کس کی بات رہتی ہے
تیر سے ہے مقابلہ دل کا

ہو رہا ہے حباب کی تصویر
جوشِ غم سے ہر آبلہ دل کا

وہ کریں طے محال ہے نانک
منصفی سے معاملہ دل کا

جب اکھڑی سانس تو بیمار غم سنبھل نہ سکا
ہوا تھی تیز چراغ حیات جل نہ سکا

نگاہ ملتے ہی اس بت سے آ گئی مجھے موت
پڑا وہ تیر جگر پر کہ میں سنبھل نہ سکا

نقاب رخ تو ہٹی لیکن آ گیا مجھے غش
بس آنکھیں خوش ہوئیں ارمانِ دل نکل نہ سکا

شبِ فراق ہوا جزر و مد تو حد سے سوا
جگر سے چشمۂ خونیں مگر ابل نہ سکا

یہ مانا آ نہ سکے لاش پر نزاکت سے
تمہاری آنکھ سے کیا اشک بھی نکل نہ سکا

نہ روئیں کیوں مری حالت پہ قافلے والے
وفورِ ضعف سے میں دو قدم بھی چل نہ سکا

خیالِ مرگ ہوا اپنے حال پر رویا
میں اپنی آپ سے کروٹ بھی جب بدل نہ سکا

ہوا سے دہر میں الفت تھی اس قدر مجھ سے
پس فنا بھی چراغِ مزار جل نہ سکا

بڑا ہو دل کا کھلا راز عشق عالم پر
کچھ اس طرح سے اڑا رنگ رخ بدل نہ سکا

لحد پہ فاتحہ اے دل پڑھے وہ ناز کیا
جو دو قدم مرے لاشہ کے ساتھ چل نہ سکا

اٹھا سکی غم مجنوں کا بار کیا لیلے
کہ اس سے پردۂ محمل بھی جب سنبھل نہ سکا

فلک نے گردشیں کیں رنگ دھر کا بدلا
مزاج یار کا پہلو کوئی بدل نہ سکا

کچھ اس طریق سے پیوست تیر تھا دل میں
کہ لاکھ یار نے کھینچا مگر نکل نہ سکا

کب آیا یار عیادت کو میری بالیں پر
کہ صرف ہونٹھ ہلے مونھ سے کچھ نکل نہ سکا

چراغ حسن ترا اور میرا چراغ دل
وہ جل کے بجھ نہ سکا اور یہ بجھ کے جل نہ سکا

کریں گے جور کا شکوہ خیال تھا نانک پا
وہ پاس آئے تو پھر مونھ سے کچھ نکل نہ سکا

اسکا دامن چاک تھا اور یاں گریباں چاک تھا
پڑ گئے مجنوں سے مرا دست جنوں چالاک تھا

ایسا پڑا ارماں تمہارا عاشق غمناک تھا
دامن امید جسکا ہر جگہ سے چاک تھا

اہل ہستی تم جو ہستی میں عدم پر تھے فدا
یہ تو بتلاؤ کہ کیا جز خاک زیر خاک تھا

اپنی رحمت سے کیا تھا تو نے مجھکو سرفراز
کیا عقیدت تھی مری میں ایک مشت خاک تھا

نامہ پر بیحال تھا کس دل شکستہ کا رقم
خامۂ دل کیطرح خط کا لفافہ چاک تھا

خاک میں ملکر گدا و شاہ دونوں ایک تھے
مرثیہ دونوں کا آخر بس جو دیکھا خاک تھا

ای نسیمِ صبح! وہ وحشی ہوں باغِ دہر میں
میرے ماتم میں ہر اِک گل کا گریباں چاک تھا

راز کی باتیں نہیں میرے اُنکے موسیٰ کی طرح
گو بظاہر درمیاں میں پردۂ افلاک تھا

ای حسینانِ صفا طینت نہیں حیرت کی جا
مثلِ آئینہ کدورت سے مرا دل پاک تھا

تھی یہی بخشش کی صورت تیری نانک بعدِ مرگ
صدقِ دل سے تو جو مدّاحِ شہِ لولاک تھا

دل جگر دونوں ہوئے سینہ میں بسمل دیکھنا
سہل کب تھا خنجرِ ابروئے قاتل دیکھنا

جب وہ بزم آرائش آئینہ مقابل دیکھنا
قتل کرنے کی ادائیں میرے قاتل دیکھنا

ہر دہانِ زخم سے میرے یہ آتی ہے صدا
کیا ابھی باقی ہے شہ رگ میرے قاتل دیکھنا

امتحاں ہی جاں نثاروں کا نیا ساماں ہے
چل کے ای دل آج سیرِ کوئے قاتل دیکھنا

کشتیٔ ارمانوں کی ای دل پار ہوگی کس طرح
بحرِ غم میں صورتِ عنقا ہے ساحل دیکھنا

قتل گہ میں زلزلے کے بار آئے بعدِ قتل
اپنے بسمل کی ذرا بیتابیٔ دل دیکھنا

رفتہ رفتہ ہر مسافر کو سرائے دہر سے
کھینچ لیجائیگا اِک دن شوقِ منزل دیکھنا

جل چکا ہے مثلِ پروانہ کے کُل میرا جگر
دل بھی جل جائیگا مثلِ شمعِ محفل دیکھنا

ہے ہمارے خون کی پیاسی یہ ای دل اسقدر
لپٹی جاتی ہے گلے سے تیغِ قاتل دیکھنا

ہو گیا گر ہم پہ ای نانک کرم اللہ کا
نزع کی آسان ہوجائیگی مشکل دیکھنا

نہیں ہرگز ترا دل او بتِ بے پیر پتھر کا
بنا دیتی ہے خود اسکو مری تقدیر پتھر کا

کرے مجھ سخت جاں سے سامنا پھر آئے مقتل میں
جگر پیدا کرے پہلے تری شمشیر پتھر کا

تمہاری زلف کے وحشی کو ایسی ناتوانی ہے
بنا ہے ضعف سے ہر حلقۂ زنجیر پتھر کا

وہ بت ہے سنگدل خط جسکو لکھنے کا ارادہ ہے
قلم بھی چاہئے مجھکو دمِ تحریر پتھر کا

چمکتا ہی نہیں اک دم کبھی ای کاتبِ قسمت
بنا ہے کیا ہمارا کوکبِ تقدیر پتھر کا

دل وحشی کو جب میرے جنوں کا جوش ہوتا ہے
تو اک وہاں کام کر جاتا ہے تیر اثر پتھر کا

میرے دل پر لگا کر ناوکِ مژگاں وہ کہتے ہیں
نہ دیکھا جس نے ہو وہ دیکھ لے نخچیر پتھر کا

جبیں کو اپنے سنگِ درِ جاناں پہ رکھتا ہوں
نصیبہ ہے مرا ای کاتبِ تقدیر پتھر کا

ترے جور و ستم اور غمزۂ بیجا اٹھانے کو
کلیجہ چاہیئے ہے او بتِ بے پیر پتھر کا

مرا دل سنگ ہے گر تیر ہے ترچھی نظر اُن کی
تردد کی جگہ ہے سامنا ہے تیر پتھر کا

تمہیں انصاف سے کہدو اوہ گویا ہو تو کیونکر ہو
جو سر سے پاؤں تک ہو صورتِ تصویر پتھر کا

عجب کیا اس دل ناتک کی ہوتی قدر عالم میں
سمجھتا مرتبہ گر وہ بتِ بے پیر پتھر کا

فاتحہ پڑھنے میری قبر پہ جلاد آیا
شکر ہے اُس کو بھی وقت تو ہمیں یاد آیا

بال کھولے ہوئے زلفوں کے پری زاد آیا
دام بر دوش چمن میں مرا صیاد آیا

چاک کر دونگا گریبان سحر کی صورت — ای جنوں ہاتھ اگر دامنِ فریاد آیا

دہنِ زخم سے ہنس ہنس کے نکل جائیگی روح — گدگدانے جو گلو خنجرِ جلاد آیا

کر گیا دل پہ مری نشترِ فصاد کا کام — ہوں وہ وحشی جو ترا تیرِ مژہ یاد آیا

شیفتہ ہوں وہ کسی پر تو میں اتنا پوچھوں — اب تمہیں میرے ستانے کا مزا یاد آیا

اُڑ چلیگا صفتِ تختِ سلیماں تابوت — کاندھا دینے کو مجھے گر وہ پریزاد آیا

کس طرح حالِ دلِ زار سنائے ناٹک
غیر بھی ساتھ ترے صورتِ ہمزاد آیا

روز رہتا ہے انیسِ شبِ ہجراں میرا — جان کو بھی نہیں ڈرتا دلِ نالاں میرا

پاس اتنا تو رہے ای شبِ ہجراں میرا — گھٹ کے مر جائے نہ دل میں سحر ارماں میرا

پینچ سے نکلا جو زنجیر کے میں دیوانہ — رہ گئی دیکھ کے موہنہ زلفِ پریشاں میرا

جوشِ وحشت میں کچھ اسطرح کیا چاک آخر — بنگیا طوقِ گلوگیر گریباں میرا

نعمتِ عفو نے محشر میں بنایا ممتاز — ہو گیا طاعتِ زاہد مجھے عصیاں میرا

غنچۂ دل جو کھلے گا شبِ وصلت ای جاں — نکہتِ گل کی طرح نکلے گا ارماں میرا

موسمِ گل میں عجب رنگ ہے ای دستِ جنوں — ٹکڑے دامن کے ہیں پرزے ہے گریباں میرا

چاک ہو دیکھ نہ داماں سحر کی صورت — چھوڑ دے چھوڑ دے دامن شبِ ہجراں میرا

دھجیاں ہونے پہ بھی ساتھ نہ چھوڑیگا جنوں
ہار ہوگا مری گردن کا گریباں میرا

مجھ سے نانک ہے مرا غنچہ دہن ہم آغوش
کیوں نہ پر ہو گل اُمید سے داماں میرا

رونق افزای جہاں وہ رشک گل جس بام ہوا
روکش گلزار جنت گلشن عالم ہوا

میکشی میں محفل ساقی کا یہ عالم ہوا
سامنے ساغر کے آکر شیشہ سے خم ہوا

سیر عالم مجھکو گھر بیٹھے نظر آنے لگی
اپنے دل سے مجھکو حاصل لطف جام جم ہوا

جو مصائب ہونے والے تھے وہ سب ہو کر رہے
حرف قسمت کا مٹانے سے نہ بیش و کم ہوا

میرے نالے ہیں تو اپنا بھی ٹھکانا ڈھونڈ لیں
انتظام گیسوے جاناں اگر برہم ہوا

ہوں وہ میکش بعد مردن یہ اثر ہے خاک میں
جو بنا ساغر مری گل کا وہ جام جم ہوا

غیر کو ہوتا ہے نانک رشک جب کہتا ہوں میں
بعد مرنے کے حسینوں میں مرا ماتم ہوا

دل میں کہاں جو عکس ہے رخسار یار کا
اس آئینہ میں نام نہیں ہے غبار کا

کہتا ہے رنگ یہ نگہ بادہ خوار کا
اندازِ بیخودی میں بھی ہے ہوشیار کا

دیکھا تو رعب حسن سے دل کانپنے لگا
نقشہ کھنچا نہ کلک مصور سے یار کا

سونے میں کھو رہی ہے تری چشم نیم باز
غافل ہو لاکھ طور رہے ہوشیار کا

بے اختیار آنکھ سے آنسو ٹپک گئے
دیکھا انھوں نے حال جو مجھ بیقرار کا

آنسو نکل نکل کے شب وعدہ کہہ گئے
کب تک کوئی اٹھائے الم انتظار کا

مجنوں کو صاف ناقۂ لیلےٰ نظر پڑا
دامن ہوا نے چاک کیا جب غبار کا

بے اختیار آہ زباں سے نکل گئی
دامن چھٹا جو ہاتھ سے صبر و قرار کا

حسرت سے دیکھتا ہوں سوئے در شب فراق
کہتی ہے موت وقت نہیں انتظار کا

دنیائے عاشقی میں بہت ہم نے سیر کی
دیکھا نہیں جواب شب انتظار کا

مایوس مغفرت سے نہ ہوں اہل معصیت
کہتا ہے یہ کرم مرے آمرزگار کا

ناؔنک تمہیں خبر نہیں خوش ہو نہ دل میں
اٹھتا نہیں اٹھائے سے غم انتظار کا

بنکے بگڑی جو تری زلف پریشاں کیا کیا
اس تغیر پہ ہوا آئینہ حیراں کیا کیا

طرفہ ہر ذرہ نظر آئے ہیں ساماں کیا کیا
خوبی بخت دکھاتا ہے بیاباں کیا کیا

اے سرکردۂ صحرا دل تری ہمت کے نثار
شوق سے تو نے ابھارے غم پنہاں کیا کیا

منزلیں طے کیے جاتا ہے ترا سودائی
گو خلش رکھتا ہے ہر خار بیاباں کیا کیا

اب کے گلشن میں جنوں خیز بہار آئے تو
چاک اک پھر ہونگے گریباں پہ گریباں کیا کیا

میں ہوں وہ آبلہ پا جانب صحرا جو گیا
بہر پابوس بڑھے خار بیاباں کیا کیا

یادِ جاناں پہ ہوں سو جانیں تو صدقے کیجیے
مشکلیں ہجر کی ہو لی رہیں آساں کیا کیا

سرگذشتِ شبِ وصلت ہو بیاں کیا نانک
رہتے ہیں پیشِ نظر وصل کے ارماں کیا کیا

نہیں ہے نام قلبِ صاف میں انجان کدورت کا
یہ وہ آئینہ ہے جس میں ہے جلوہ تیری صورت کا

وہ زاہد کا ہو رنگ اب جو ہے رندوں کی طبیعت کا
یہ ہے مشہور دنیا میں اثر ہوتا ہے صحبت کا

رہیں گے تا ابد سرشار ہر دم عشق کی مے سے
ازل میں ہم نے اے ساقی پیا تھا جام الفت کا

بستر تو کیا زمین و آسماں تھرّائے جاتے تھے
قیامت خیز نالہ تھا مری جاں شامِ فرقت کا

ہمیں تنہا نہیں تجھے کچھ تمہارے حسن پر مائل
زمانہ شیفتہ ہوتا ہے انجان اچھی صورت کا

شروعِ عشق ہی میں ہوں گرفتارِ مصیبت ہوں
طریقہ کوئی بتلا دے ذرا راہِ محبت کا

دیا ہے جس نے اے دل روز کا درد و الم ہم کو
سنائیں گے اسی کو جا کے افسانہ مصیبت کا

الٰہی کیا نئی بیداد کوئی ہونے والی ہے
جگر میں آج کیوں اٹھتا ہے میرے درد شدت کا

فنا کے بعد بھی جور و ستم ہوتے ہیں تربت پہ
مٹا کے سے نہیں مٹتا نوشتہ اپنی قسمت کا

مرے بیجاں دوست تو کیا غیر بھی ہیں دشمن
بیاں کرتا ہوں قصہ کس کو میں اپنی مصیبت کا

ہمارا ہی یہ دل ہے اور ہمارا ہی کلیجہ ہے
تمہارے جور سہہ سکتا جو دم بھرتے ہیں الفت کا

ملک مجبور و عاجز جب ہوں ادراکِ حقیقت میں
بشر سے کیا ہو یا رب وصف کیونکر تیری قدرت کا

اٹھا دینگے نقابِ رخ وہ مدفن پر جب آئیں گے
بنے گا آفتابِ حشر ذرہ ذرہ تربت کا

عجب کیا بعد مردن مغفرت ہو جائے نانک کی
رہے سر پہ جو سایہ یا الٰہی تیری رحمت کا

جب بہار آئیگی ہر گل شادماں ہو جائیگا
بلبلوں کا ہر شجر پر آشیاں ہو جائے گا

دل کو میرے آپ گر برباد کر دیں گے حضور
یہ سمجھ لیں مفت خونِ رازداں ہو جائے گا

رنگ لائیگی زلیخا چاک دامانی مری
حضرت یوسفؑ کے دامن کا گماں ہو جائے گا

ہے ابھی ناآشنا یہ عشق کے اسرار سے
رفتہ رفتہ دل ہمارا رازداں ہو جائے گا

بعدِ مردن دیکھنا تم گردشِ افلاک سے
میری تربت کا نشاں بھی بے نشاں ہو جائیگا

آئیں گے وہ اس ادا سے آج نانک بام پر
دیکھکر بیخود انھیں سارا جہاں ہو جائے گا

تجھے منظور ہو اے دل جو اپنا باوفا ہونا
طریقِ عشق میں مشکل کسی کا نقشِ پا ہونا

کسی کی تیغِ ابرو سے کسی کا سر جدا ہونا
دہانِ زخم سے پیدا صدائے مرحبا ہونا

اسی کا نام ہے بحرِ محبت آشنا ہونا
جو سمجھے اپنی ہستی کو حباب آسا فنا ہونا

وہ ہنسی دیکھکر نبض اپنے بیمارِ محبت کی
یہ کہتا ہے اجل پر منحصر ہے اب شفا ہونا

ابھر کر یہ صدا ہر دم حبابِ بحر دیتے ہیں
نہ آتا ہو جسے وہ سیکھ لے ہم سے فنا ہونا

ہمیں اے درد دل تجھ سے جو شکوہ ہے تو اتنا ہے
ہماری بیکسی پر رحم کھا کر لوگ کہتے ہیں

ستم ہے آشنا ہو کر یہ نا آشنا ہونا
ستم ہے قافلے والوں سے غربت میں جدا ہونا

اسیر زلف لیلیٰ ہوں مثال قیس اے ناٹک
خطاب سرفرازی چاہیے مجھکو عطا ہونا

سر مزار ہمارے وہ گلعذار نہ تھا
تمہارے وعدۂ فردا کا اعتبار نہ تھا

قرار اس لیے ہمکو تہ مزار نہ تھا
یہ وجہ تھی کہ مرے قلب کو قرار نہ تھا

میان بزم یہ رو رو کے شمع کہتی تھی
مری طرح تو کوئی اور اشکبار نہ تھا

ہزار شکر کہ آنے لگا ستم میں مزہ
یہ وہ کرم ہے مجھے جسکا اعتبار نہ تھا

تمہیں بتاؤ کہ وہ کون دل تھا دنیا میں
تمہارے ناوک مژگاں سے جو فگار نہ تھا

ہزار باد مخالف چلی جہاں میں تو کیا
ہمارے شیشۂ دل پر کبھی غبار نہ تھا

نہ جانے قبر عدو کیوں مٹائی اے ناٹک
ہمارا گور غریباں میں کیا مزار نہ تھا

چھوڑا ہے رخ پہ یار نے گلگوں نقاب کیا
پھولی شفق غروب ہوا آفتاب کیا

برباد ہیں، تباہ ہیں، جل جل کے خاک ہیں
دیکھیں دکھائے اب دل خانہ خراب کیا

پھیلائے پاؤں سوتے ہیں بےخوف چین سے
آتا ہے ٹوٹ ٹوٹ کے مرقد میں خواب کیا

میں منتظر ہوں جا کے کوئی پوچھتا نہیں
لایا ہے نامہ بر مرے خط کا جواب کیا

نانک کو کچھ ملال نہیں روز حشر کا
حامی نہیں جناب رسالت مآب کیا؟

یہ جوش ہے دل خانہ خراب سے پیدا
گئے وہ ولولے جو تھے شباب سے پیدا

ڈبو دیا ہے کفن چشم تر نے بعد فنا
لحد میں سیل ہے فیض سحاب سے پیدا

نصیب ہجر بتاں ہے وصال کے بدلے
نئی ہوئی ہے یہ تعبیر خواب سے پیدا

شب فراق میں رونا تو دیکھ عاشق کا
کہ اک بہار ہے چشم پر آب سے پیدا

نظر میں جلوہ روشن نہ کیوں رہے نانک
کیا ہے ربط پھر اک آفتاب سے پیدا

میری نظر میں آئے قمر کا جمال کیا
جس شے میں ہو زوال پھر اسمیں کمال کیا

تم سے کہوں میں اپنی مصیبت کا حال کیا
مونھ سے نہ دے جواب تو اس سے سوال کیا

نازک دلوں پہ آنکھ کڑی ڈالتے ہو تم
شیشہ کے توڑنے میں بھلا ہے کمال کیا

کس واسطے ہیں آج یہ بے التفاتیاں
میری طرف سے آپ کو ہے کچھ ملال کیا

یاران رفتگاں کا ہے نانک عبث الم
اپنے لئے نہیں ہے بھلا انتقال کیا

حوصلہ کوئی نہ نکلا دل میں ارماں رہ گیا
ہاتھ بڑھا کر ضعف سے سوئے گریباں رہ گیا

ساتھ چھوڑا درد نے ہمدرد نے مرنے کے بعد
ایک دل سوزی کو تو اک داغ ہجراں رہ گیا

وادیٔ وحشت میں دیوانہ تھا کیا کرتا رفو
جس جگہ کانٹا ملا اک تار داماں رہ گیا

ذبح ہو کر بھی سبکدوشی نہ تھی تقدیر میں
بار سر اترا اگر تو بار احساں رہ گیا

ضعف نے پرواز کی طاقت نہ دی وقت بہار
دیکھ کر سوئے چمن مرغ خوش الحاں رہ گیا

خاکساری گھر ہے گھر کسکا سراے دہر میں
صورت نقش قدم یاں رہ گیا واں رہ گیا

وائے قسمت ضعف سے نانکؔ ترقی کی کہاں
ہاتھ بھر جب ہاتھ سے باقی گریباں رہ گیا

آج پہلو سے جدا وہ مہ لقا ہونے لگا
کیا ستم ہے آشنا ناآشنا ہونے لگا

کھینچا یوں عشق مجازی نے حقیقی کیطرف
دیدہ سے اُس بت کی دیدار خدا ہونے لگا

عاشق مضطر کی خاطر باعث تسکیں وہ تھے
درد اُنکے اُٹھتے ہی دل میں سوا ہونے لگا

باوفا وہ ہوں سُنی جب میرے مرنے کی خبر
وہ شریک زمرۂ اہل وفا ہونے لگا

بعد مرنے بھی رہے گا یہ لحد میں ساتھ ساتھ
داغ الفت کب مرے دل سے جدا ہونے لگا

اسقدر صدمے سہے دن رات ہجر یار میں
درد کا پیدا مرے دوا میں مزا ہونے لگا

اُس نے دیکھا ناز سے نانک جو ہمکو دمبدم
دل ہمارا زخمی تیغ ادا ہونے لگا

یہ کیا ستم پسِ مردن ستم شعار کیا
کہ پائمال مرا سبزۂ مزار کیا

صبا نے تذکرۂ آمدِ بہار کیا
قفس میں بھی تو دلِ بلبل کو بیقرار کیا

ترے فراق نے ای شعلہ رو مجھے شب بھر
مثالِ شمع سرِ بزم اشکبار کیا

کیا ہے وعدہ تو ایجاں وفا بھی لازم ہے
کہو گے پھر نہ مرا تم نے اعتبار کیا

چھپایا راز محبت کو لاکھ دل میں مگر
نکل کے اشکوں نے آنکھوں سے آشکار کیا

خلاف حکم کوئی چلتا یہ مجال نہ تھی
الٰہی تیرے کرم نے گنہگار کیا

نکالی دل کی کدورت حضور نے پسِ مرگ
جو ٹھوکروں سے مرا بے نشاں مزار کیا

کسی کی الفتِ مژگاں نے آج ای نانک
ہمیں بھی صورتِ خامہ جگر فگار کیا

خونِ عاشق کا پسِ مرگ بھی پنہاں نہ رہا
کفِ شفق بن کے سرِ چرخ نمایاں نہ رہا

موسمِ گل کبھی اور فصلِ خزاں دیکھی کبھی
ایک صورت پہ کبھی رنگِ گلستاں نہ رہا

آپ سمجھائیں اگر اسکو تو شاید سمجھے
میرے کہنے میں تو میرا دلِ ناداں نہ رہا

جیتے جی دستِ الم سے نہ رہائی پائی
غمِ گلزار رہا گر غمِ زنداں نہ رہا

سر کو ٹکرانے سے ہم تازہ گرفتاروں کے
ایک دن بھی کبھی سالم درِ زنداں نہ رہا

داغِ سوزاں ہے وہ گل سینہ میں جسکے نانک
خانۂ دل میں مرے بے چراغاں نہ رہا

ردیف "ب"

باغباں کے جور سے ہے یوں پریشاں عندلیب
ہو گئی ہے صورتِ آئینہ حیراں عندلیب

اسلئے ہی ہے مشتاقِ گلستاں عندلیب
درد دل کا ڈھونڈھتی ہے اپنے درماں عندلیب

توڑ لیجائے نہ گل کوئی یہ دل میں ہے خیال
اس سبب سے ہے نگہبانِ گلستاں عندلیب

آمدِ فصلِ بہاری سن کے ہے یہ باغ باغ
ہے چمن میں مثلِ گل کے آج خنداں عندلیب

عاشقِ گل جبکہ خالق نے بنایا ہے اُسے
کیوں نہ ہو پھر دل سے مشتاقِ گلستاں عندلیب

لیکے جا گلزار میں ہے کچھ تو وا چاکِ قفس
اک نظر تو دیکھ لے سوئے گلستاں عندلیب

دونوں آنکھیں بند کرتا ہے جو یہ منظور ہے
دیکھنے پائے نہ جی بھر کے گلستاں عندلیب

فصلِ گل آئی ہے اے صیاد اب کر دے رہا
ہے بہت گل کی جدائی سے پریشاں عندلیب

ہائے گلشن کو کیا ویراں خزاں نے سربسر
کسطرح نانک نکالے اپنے ارماں عندلیب

شوق میں تیرے ہیں یوں جانباز قاتل کے قریب
جمع ہوں پروانے جیسے شمعِ محفل کے قریب

اُنکے پیکاں تا نظر آتے ہیں یوں دل کے قریب
موج پر جسطرح موج آتی ہے ساحل کے قریب

اب اعانت بھی کسی کی ہو تو جا سکتے نہیں
صورتِ نقشِ قدم گو ہم ہیں منزل کے قریب

قیس کو دیدار کا لیلیٰ کے ایسا شوق تھا
پردے آنکھوں کے کھنچے جاتے تھے محمل کے قریب

دیکھا اپنے آشیانے کو نگاہِ یاس سے — حسرت پرواز جب آئی عنادل کے قریب

ناتواں ایسے ہیں صدا تک بھی پہنچ سکتی نہیں — گو کہ مانند جرس نالاں ہیں منزل کے قریب

پھر بہار آئی بڑھا سودای زلف گلرخاں — لیچلا شوق اسیری پھر سلاسل کے قریب

اب نظر آتے ہیں دو دل اپنے پہلو میں مجھے — رہگیا ہے ٹوٹ کے پیکاں کوئی دل کے قریب

ہجر جاناں میں لبوں پر دم ہے مشتاق فنا — کشتی عمر رواں پہنچی ہے ساحل کے قریب

ایک صورت ہوگی دونوں کی تمہارے ہجر میں — دل جگر کے پاس تڑپیگا جگر دل کے قریب

آرزوے ذبح کی نانک ہمیں تاکید ہے
سرخرو ہو چل کے اب مقتل میں قاتل کے قریب

گوش دل سے سنتے ہیں ہم داستانِ عندلیب — اسقدر مرغوب ہے ہم کو بیان عندلیب

ہای دم بھر میں اجاڑا فتنہ گر صیاد نے — تنکے چنکر جو بنا تھا آشیان عندلیب

کوئی بھی پرساں نہیں کسکو سنائیں داستاں — چل بسے وہ لوگ جو تھے قدردان عندلیب

خوف ادھر صیاد کا دل میں ادھر گل کا خیال — کس کشاکش میں پڑی افسوس جان عندلیب

تو ہی بتلا دے نکلکر باغ سے جائے کہاں — ہر چمن روز ازل سے ہے مکان عندلیب

ہوگیا ویراں چمن ایسا خزاں کے ہاتھ سے — ہے پتہ گل کا نہ ہے کوئی نشانِ عندلیب

وہ گل تر باغ میں آئے اگر گلگشت کو — کیوں نہ خوشبو سے معطر ہو مکان عندلیب

واے حسرت ایک نے پوچھا نہ اُس صیاد سے
کیوں مٹاتا ہے چمن سے آشیانِ عندلیب

عشقِ گل کی وجہ سے لکھی گئی قسمت میں قید
ہے ازل سے خانۂ زنداں مکانِ عندلیب

دُور گلشن سے نہ رکھنا چاہیئے کنجِ قفس
فرقتِ گل میں نکل جائیگی جانِ عندلیب

دُور سے صیاد گلشن میں دکھاتا ہے چھری
ہوتا ہے مدِ نظر جب امتحانِ عندلیب

غیر ممکن ہے کہ اے نانکؔ وہ سنکر رو نہ دیں
کان تک اُنکے اگر پہنچے فغانِ عندلیب

رکھتے ہیں اپنے چہرے پہ تیرہ نقاب کب
ظلمات میں رہیگا بھلا آفتاب کب

مرنے کے بعد ہمکو تمنا ہی رہ گئی
تختہ اُٹھاکے آپ نے چھوڑا گلاب کب

اے رشکِ آفتاب شب انتظار میں
اِک دن بھی میہماں ہوا آنکھوں میں خواب کب

لکھ لکھ کے خطِ شوق میں آخر کو مر گیا
نامہ کا اُس حسین نے لکھا جواب کب

نانکؔ وصالِ یار کا ہوتا ہے کب نصیب
قسمت کا میری جاتا ہے یہ انقلاب کب

پہلو میں اپنے ہو جو وہ دلبر تمام شب
کیا دل لگی رہے دلِ مضطر تمام شب

سرکے نہ رخ سے گیسوے دلبر تمام شب
نکلا گہن سے کب مہِ انور تمام شب

یوں ہجر میں ہے یہ دلِ مضطر تمام شب
ظلمات میں ہو جیسے سکندر تمام شب

کاٹے کسی طرح نہیں کٹتی ہزار حیف
ہجرِ بتاں میں ہوگئی پتھر تمام شب

دن بھر خیالِ ابروے قاتل میں کی بسر
دیکھا کیا میں خواب میں خنجر تمام شب

آیا نظر نہ تیری نظر کی طرح میں زار
پھرتی رہی اجل سرِ بستر تمام شب

دلسوز اپنا پاکے سُناتا ہوں شمع کو
کیا کیا فسانۂ دلِ مضطر تمام شب

دن بھر کھلے ہیں زخمِ جگر مثلِ لالہ زار
رہتے ہیں داغِ دل سے منور تمام شب

دن تو فراقِ یار میں نانک بسر کیا
اب دیکھیے گذرتی ہے کیونکر تمام شب

عشقِ بت نے کر دیا ناچار اب
رحم کر اب ایزدِ غفار اب

آزماؤ شوق سے تلوار اب
مجھکو سر ہے اپنے تن پر بار اب

نازِ خوبان ہم سے اُٹھ سکتا نہیں
کر دیا ہے ضعف نے ناچار اب

شرم سے جو آنکھ اُٹھا سکتے نہیں
وہ اُٹھائینگے بھلا تلوار اب

دیکھیں گے چشمِ تصور سے اُنھیں
بند گر ہیں روزنِ دیوار اب

جب سے دیکھا ہے رُخِ رنگینِ دوست
گل کو بلبل جانتی ہے خار اب

قتل کو کافی ہے شمشیرِ نظر
باندھتے ہیں آپ کیوں تلوار اب

چھوٹا نانک ہاتھ سے دامانِ صبر
جوش پر ہے چشمِ دریا بار اب

ب

عشق مژگاں میں ہے یہ نخچیر آپ — کیوں مرے دل پہ لگائیں تیر آپ

سرخرو کیجے شہید دل ہیں مجھے — پھیریے گردن پہ اب شمشیر آپ

حشر میں قاتل شہیدوں کا ترے — خونِ ناحق ہوگا دامنگیر آپ

ہے یہ گھر اللہ کا مشہور ہے — خانۂ دل کی کریں توقیر آپ

زندہ ہو جائے دلِ مردہ مرا — مثل عیسی وہ کریں تقریر آپ

حرف قسمت بیش و کم ہوتا نہیں — کیا مٹائینگے خطِ تقدیر آپ

قتل کر کے مجھکو یہ ہوگا ملال — پھینک دینگے ہاتھ سے شمشیر آپ

صانعِ قدرت کی صناعی یہ ہے — دل کے گھر کی اُس نے کی تعمیر آپ

کیجیے پہلے کوئی ثابت خطا — دیجیئے گا پھر مجھے تعزیر آپ

کام مانی کا تصور نے کیا — کھینچدی دل پر تری تصویر آپ

دیجیے فتراک میں اپنی جگہ — دل کو سمجھیں ہیں اگر نخچیر آپ

رشک یوسف آئیگا جب میرے گھر — خواب کی ملجائے گی تعبیر آپ

عاشق گیسو ہوں دیوانہ نہیں — کیوں پھنساتے ہیں مجھے زنجیر آپ

جب سے ناٹک میں ہاں ہے وہ قمر — ہے درخشاں کوکب تقدیر آپ

"کپڑا"

بنارس کا بنا ہوا سستا اور پختہ فینسی ساڑی، دوپٹہ، صافہ، کمخواب، پوت، اکلائی، سلک، پتانبر، رومال دریائی وغیرہ وغیرہ،

ایک مرتبہ منگا کر دیکھئے، دوسرے کے مقابلہ میں ارزاں نہ ہو تو واپس،

ملنے کا پتہ

جگل کشور اینڈ برادرس

"بنارس سٹی"

ت

کرتا ہے دعا آپ کا بیمار محبت
دشمن بھی ہو یارب نہ گرفتار محبت

ہو چارہ گر آسکے جو اجل ہجر میں عیسیٰ
ہو جائے علاج دلِ بیمارِ محبت

کرتا نہ فغاں زلف تمہاری نہ بکھرتی
ہوتا نہ مرا دل جو گرفتار محبت

اسکی ہے خوشی مجھکو طلب آپ بھی ہونگے
جب حشر میں آئیگا گنہگار محبت

فرصت ہوئی صدمے سے اُسے روز کے آخر
اچھا ہوا تو مر گیا بیمار محبت

دیوانہ ترا کرتا ہے کیا ہوش کی باتیں
اقرار محبت ہے نہ انکار محبت

اب جائے ترحم ہے کہ دم توڑ رہا ہے
اے رشک مسیحا ترا بیمار محبت

آزردہ نہ ہو دل مرا کرتا ہے جو فریاد
اے دوست یہ ہے تازہ گرفتار محبت

بیتاب مرا دل ہے یہیں پوچھ رہا ہوں
چھپتا ہے چھپانے سے بھی آزار محبت

رنگ اُڑ گیا جب قصد کیا آہ و فغاں کا
چہرے سے عیاں ہے مرے آزار محبت

بلبل کی طرح میں بھی دعا کرتا ہوں نانک
سرسبز رہے دہر میں گلزار محبت

بلبلو خرم ہیں لاکھوں، یہ ہے تن کی صورت
مجھکو غربت میں ہے یہ رنج و محن کی صورت

گل کھلے ہیں مرے سینہ میں چمن کی صورت
یاد آجاتی ہے احباب وطن کی صورت

تیرے کوچہ کی زمیں بعد فنا بھی قاتل
کرتی ہے جور و ستم چرخ کہن کی صورت

رو کے کہتی ہے یہی کنج قفس میں بلبل
کب خدا دیکھئے دکھلائے چمن کی صورت

تیرے دیوانے کا انجان نہیں مردن بھی
چاک دامن ہے گریبان کفن کی صورت

تیری فرقت نے عجب رنگ دکھایا ای گل
سینہ داغوں سے ہمارا ہے چمن کی صورت

بعد مردن مرے لاشے پہ شب فرقت میں
چاندنی پھیلی ہے ای ماہ کفن کی صورت

کی اجل نے مری غربت میں بھی مٹی برباد
نہ ہوئی بعد فنا گور و کفن کی صورت

اپنا کہو صورت سے چھپاتا ہوں ملال دل کو
خود عیاں ہوتی ہے چہرے سے محن کی صورت

دیکھ کر سوئے فلک یاس سے رو دیتا ہوں
ناتک آتی ہے جو یاد اہل وطن کی صورت

پروا ہوئی نہ تم کو ہماری تمام رات
دیکھا کیا میں راہ تمہاری تمام رات

بیتاب سوئے در نگراں صبح تک رہا
چشموں سے میری اشک تھے جاری تمام رات

کیا پوچھتے ہو حال گذرتی ہے کس طرح
رہنا ہے شغل گریہ و زاری تمام رات

نکلا غبار اٹھ سکے نہ دل سے شب وصال
آئینہ رکھ کے زلف سنواری تمام رات

آئی نہ مجھکو نیند غم ہجر دوست میں
کیا کیا تڑپ تڑپ کے گذاری تمام رات

بس دیکھتے ہی نبض مسیحا نے یہ کہا
ہے اس مریض عشق پہ بھاری تمام رات

نانک وہ اٹھ کے جاتے ہیں اتنا تو پوچھ لو
کیونکر کٹے گی آج ہماری تمام رات

الجھن رہیگی گیسوؤں میں دلبر تمام رات
یارب کٹے گی ہجر کی کیونکر تمام رات

تھا دل جو محو ابروے دلبر تمام رات
دیکھا کیا میں تیغ دو پیکر تمام رات

آئینہ رکھکے وہ تہ پہلو جو مستور ہے
حائل رہی ہے سدِ سکندر تمام رات

صدمے سے غم کے شیشۂ دل چور ہوگیا
آئینہ رو رہا جو مکدر تمام رات

نانک نہ آنکھ اس کی کھلی خواب ناز سے
تڑپا کیا میں متصل در تمام رات

بچنے کی مسیحا نہیں مجھ زار کی صورت
اچھا ہے اگر دیکھ لو بیمار کی صورت

حیرت میں ہے سکتہ ہی نظر آتی ہے جب سے
آئینہ کو اس آئینۂ رخسار کی صورت

آنکھیں ای جانِ جہاں ڈھونڈھ رہی ہیں
پھرتی ہے نظر میں مری سرکار کی صورت

مجنوں کے مرقع سے ملا لو مری تصویر
یکساں نہیں دیوانہ و ہشیار کی صورت

زنجیر گراں پاؤں میں اور طوق گلے میں
دیکھو تو ذرا اپنے گنہگار کی صورت

دی رو برو ہونے کی اجازت جو انھوں نے
میں بنگیا خود آئینہ بردار کی صورت

کہنے کو فقط رند ہے مرشد ہے تو نانک
میخواروں میں بیٹھا ہے جو میخوار کی صورت

زیب تن
"بنارس کا کپڑا"
ہر قسم کا سادہ و رنگین عورتوں اور مردوں کے لیئے سستا
اور فینسی، ساری ڈوپٹہ، صافہ، کمخواب، پوت، اکلائی،
سلک، پتانبر، رومال، دریائی وغیرہ وغیرہ،
دوسرے کے مقابلہ میں اگر بکفایت نہ ہو تو واپس،
ملنے کا پتہ
شیام منوہر لال کدار ناتھ
محلہ مچھوہٹہ
بنارس سٹی

ٹ

قہر خدا ہے یار کی ترچھی نظر کی چوٹ
ظالم جگر کو تاک کے پھول اس طرف نہ پھینک
گر آسماں بھی پھٹ پڑے اس پر تو غم نہیں
اُف کہہ کے دل کو تھام کے بیہوش ہو گیا
دل بھی جگر بھی زد میں ہے تیر نگاہ کے
چار آنکھیں تو کرو ابھی زخمی ہو دل مرا

کب کھا کے بچ سکا کوئی قلب و جگر کی چوٹ
تجھکو لہو رلائیگی گلہائے تر کی چوٹ
جو سر اٹھا چکا ہے تری سنگِ در کی چوٹ
خالی گئی نہیں کسی ترچھی نظر کی چوٹ
اللہ کیا کروں میں بچاؤں کدھر کی چوٹ
خالی نہ جائیگی کبھی تیغ دو سر کی چوٹ

زخمی ہوا ہے دل کبھی نانک ہے کبھی جگر
خالی گئی نہ یار کی تیر نظر کی چوٹ

بنارس کا بنا ہوا ریشمی رومال

ریشمی، سادہ، اور رنگین، سائز ۱x۱۸ انچ

کم خرچ بالا نشین

قیمت فی رومال ایک روپیہ

درجن لینے والے کو اس سے کفایت میں ملے گا، جو کہ خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے،

قطعہ

ہے دل ناداں کا سارا حال جس کے ہاتھ میں
بن گیا معشوق خود رومال اوس کے ہاتھ میں

ہاتھ ملتے ہیں حسینان جہاں جس کے لیے
آج اے ناتک ہے وہ رومال کس کے ہاتھ میں

ملنے کا پتہ - مہاراج برادرس بنارس سٹی

ج

فصل بہار آئی ہوئی ہے چمن میں آج
پھولے نہیں سماتے ہیں گل پیرہن میں آج

بکھری ہے زلف چہرۂ انور پہ آپ کے
یا آگیا ہے ابر درخشاں گگن میں آج

ایسا خزاں سے کر دیا گلشن کو پائمال
گل کیسے خار بھی نہیں باقی چمن میں آج

رکھکر لحد میں مجھکو یہ احباب نے کہا
غربت سے گھر کو آیا مسافر وطن میں آج

بجھتا تھا میری آہ کے شعلوں سے [illegible]
آخر کو آگ لگ گئی چرخ کہن میں آج

گل بن گئے ہیں سینہ میں داغ جگر تمام
آئی ہے کیا بہار ہمارے چمن میں آج

کیا جانے جل کے کون سا پروانہ مر گیا
[illegible] شمع کے انجمن میں آج

[illegible]
گویا نہیں ہے جسم مرا پیرہن میں آج

کھینچے وہ نالہ مستانہ آج
خود چلے آئیں وہ بیتابانہ آج

ساقیا ایسا تو دے پیمانہ آج
جسکو پیتے ہی ہو دل مستانہ آج

میری الفت بھی انھیں یاد آگئی
دیکھکر فانوس پہ پروانہ آج

چرخ پر اُودی گھٹائیں دیکھکر
یاد آتا ہے مجھے میخانہ آج

کون ایسا مست آیا ساقیا
خم میں لبریز ہے پیمانہ آج

خاک جلکر غم سے دونوں یار ہو گئے
شمع محفل ہے نہ پروانہ آج

کیا سبب ہے اسکا ناسخ آنکھ سے
اشک آتے ہیں جو پیمانہ آج

بلبلیں شاد ہیں کیوں اپنے دل زار میں آج
فصل گل بن کے دلہن آئی ہے گلزار میں آج

تم نے بیمار محبت کی قطع کی جو امید
مر گئیں حسرتیں بے موت دل زار میں آج

رشک گل کوئی اسے ہاتھ لگا ہے شاید
پاؤں اٹھا کے صبا چلتی ہے گلزار میں آج

آپ آئے تو عیادت کو مگر اب آئے
کیا رہا دیکھئے اب آپ کے بیمار میں آج

رشک عیسیٰ اگر آئیگا یہاں اے ناسخ
روح پھولی نہ سمائیگی تن زار میں آج

بیٹھا ہوا پہلو میں جو ہے وہ گل تر آج
بو پھولوں کی دیتے ہیں مرے داغ جگر آج

ہر دم ہی رو رو کے میں کہتا ہوں شب ہجر
خورشید پہ آمد نہ یا رب ہو سحر آج

صورت نہ بہت آئینہ میں دیکھ ستمگر
آنکھیں تری خود تجھکو لگا بیٹھیں نظر آج

اک سوز شب ہجر ہی ہم کو یقیں ہے
مر جائینگے جلکر صفت شمع سحر آج

رو رو کے خدا خیر کرے ساغر ہے پر
ناسخ تری کیوں پڑتی ہے بے طور نظر آج

سارے عالم کی زباں پر ہوگا یہ افسانہ آج
تو مبارک ہو سدھارا آپ کا دیوانہ آج

کچھ عجب نیرنگیاں ہیں چرخِ کج رفتار کی
کل جہاں دیکھی تھی بستی ہے وہاں ویرانہ آج

جان و دل صدقے کئے اُنکے متاعِ حسن پہ
کیا ترقی پر ہے اپنی ہمتِ مردانہ آج

ہے عجب سامانِ بزمِ ساقیا پیشِ نظر
بزم میں ساغر نہ شیشہ ہے نہ کوئی پیمانہ آج

جا کے ناؤک میکدے میں ہے مرے دل میں یہی
توڑ ڈالوں میکشوں کا شیشہ و پیمانہ آج

چ

فائدہ کیا ہجر میں کیوں آہ بے تاثیر کھینچ
اس سے بہتر ہے کہ دلبر یار کی تصویر کھینچ

زخمِ دل شق ہو مجھے آنے لگے لطفِ خلش
جنبشیں دیدے اے ناوک فگن کو تیر کھینچ

امتحاں میرا نہیں ہے، آج تیرا امتحاں
تو اگر قاتل ہے میرے قتل کو شمشیر کھینچ

چارہ گر فرقت میں پی لیگا یہ رگ رگ کا لہو
تیر کا پیکاں مرے دل سے بہ تدبیر کھینچ

قتل ہی منظور ہے گر عاشقِ ناشاد کا
مسکرا کر دیکھ لے کس واسطے شمشیر کھینچ

اے مصوّر اضطرابِ دل کی میری کھینچ شکل
فائدہ کیا ہے جو برقِ طور کی تصویر کھینچ

وہ ابھی بیتاب ہو کر آئینگے ناؤک یہاں
دل میں کچھ قوت اگر ہے آہِ پُر تاثیر کھینچ

لکھ اس طرح میں غزل آج تو بھی ای ناتک | کہ ہو بلند زمیں جس کی آسماں کی طرح

خ

جو ہوں بھی میں تو نہ کہہ مجھکو میری جاں گستاخ
مری طرح نہ تری ہو کہیں زباں گستاخ

میں تجھپہ جان دوں اور تو تو نچ اکیا ای دل
نیاز مند سے یہ بے نیازیاں گستاخ

نہ چھول پیرہن تن میں روح دست اجل
کریگا جامۂ ہستی کی دھجیاں گستاخ

فلک مٹا نہ لحد ہم سے خاکساروں کی
برای نام تو رہنے دی کچھ نشاں گستاخ

سوال وصل کا سنکر وہ شوخ کہنے لگا
زباں تراش لو ہو جای بیزباں گستاخ

یہ شمع بزم نے پروانے سے کہا ناتک
کریگی خاک تجھے تیری گرمیاں گستاخ

تمہارا ابروی خمدار گستاخ
بنا ہے خنجر خونخوار گستاخ

مجھے کہہ کہکے ای دلدار گستاخ
ہوئی تیری زباں ای یار گستاخ

ستم ہے وصل سے بلبل ہو محروم
رہے پہلو میں گل کے خار گستاخ

تلاش یار میں محشر تک آسے
ہیں کیسے طالب دیدار گستاخ

شب فرقت میں تمکو دیکھتا ہے
تمہارا روزن دیوار گستاخ

[illegible] ناتک
[illegible] طالب دیدار گستاخ

د

اسیر کرتے ہی کاٹی مری زباں صیاد
وگرنہ تجھ کو سناتا میں داستاں صیاد

جو ہم اسیر قفس میں کریں فغاں صیاد
یقین ہے ابھی ہل جائے آسماں صیاد

کیا ہے ضعف نے اس درجہ ناتواں صیاد
کہ لب تلک آئی کوئی بات ہو گراں صیاد

ترے ستم سے کہیں جائے ہم کہاں صیاد
زمین سخت ہے اور دور آسماں صیاد

چھری دکھاتا ہے مجھکو دکھائے سیر چمن
کہاں کہاں مرا کرتا ہے امتحاں صیاد

چمن چمن نظر آئیگا رنگ بدلا ہوا
کہ چشم بلبل شیدا ہے خونفشاں صیاد

کبھی شفق کبھی لالہ کبھی ہے رنگ حنا
نہیں ہے خون دل بلبل کا رائگاں صیاد

بیان حال دل زار کرتی کچھ بلبل
قفس میں گر کوئی ملتا مزاج داں صیاد

یقین ہے مری حالت پہ رحم آجائے
جو میرے منھ سے سنے میری داستاں صیاد

قفس میں آ کے ہوے گو کہ اک زمانہ ہوا
ہوا نہ آج تلک اپنا مزاج داں صیاد

چمن کے نام سے واقف نہیں وہ بلبل ہیں
قفس کو جانتے ہیں اپنا آشیاں صیاد

عجب نہیں کہ قفس سے رہا کرے ناگہ
جو گوش دل سے سنے میری داستاں صیاد

امتحاں ستم و جور و جفا میرے بعد
مجھ پہ او بانی بیداد ہے کیا میرے بعد

کیا بنیگی وادی وحشت کی ہوا میرے بعد
مجھ سا سودائی بھلا کون ہوا میرے بعد

رو رہا ہے مری میت سے لپٹ کر وہ شوخ
ہو گئی وصل کی مقبول دعا میرے بعد

تختۂ گور پہ عریاں کے جلانے کے لئے
رہ گئے داغ جگر بارہ نما میرے بعد

آپ بھی پڑھکے جنازہ ہی لگا دیجئے ہاتھ
کچھ تو ہو فرض محبت کا ادا میرے بعد

جا نشاں ہو گیا افسوس نشاں بھی
یہ نشاں دیتے ہیں نقش کف پا میرے بعد

بے خطا قتل کریں گے تو پشیماں ہونگے
یاد آئیگی بہت میری وفا میرے بعد

انکے کوچے سے مری خاک نہ لیجا ہیں کفن
مجھکو برباد نہ کر باد صبا میرے بعد

اسقدر ظلم و ستم انکے اٹھائے کہ انہیں
نہ رہا حوصلۂ جور و جفا میرے بعد

وہ وفادار ہوں ایسا کہ مری خاک بھی
کیا عجب آئے اگر بوئے وفا میرے بعد

تم جدھر جاؤگے رخ اسکا ادھر کو ہوگا
دل رہے گا صفت قبلہ نما میرے بعد

ہو گئے خاک مری سوز الم سے دونوں
شمع محفل میں نہ پروانہ رہا میرے بعد

میں اکیلا ہی مرون بھی لحد میں نہ رہا
میرا ارمان میرے ساتھ رہا میرے بعد

ساتھ جائے گا میں مرکے لحد میں تا تک
دل سے ہوگا غم فرقت نہ جدا میرے بعد

مقتل میں ہونگے ایسے پشیماں ہمارے بعد
بیٹھے رہینگے سر بہ گریباں ہمارے بعد

ساری بہار تھی یہ ہمارے ہی دم کے ساتھ
پھولے پھلینگے خاک گلستاں ہمارے بعد

پھرتی ہے در بدر کوئی پرساں نہیں کہیں
شامت زدہ ہے شام شب ہجراں ہمارے بعد

جلتی رہیگی غم میں ہمارے تمام عمر
کشتہ نہ ہوگی شمع شبستاں ہمارے بعد

ناوک نہیں امید کہ وہ بہر فاتحہ
آئینگے سوے گور غریباں ہمارے بعد

کہتے ہیں وہ دل دکھا کے فغان اہل درد
یا الٰہی بند ہو جائے زبان اہل درد

خانۂ دل بن گیا جب سے مکان اہل درد
آہ و نالہ رنج و غم ہیں میہمان اہل درد

شمع کہتی ہے کوئی کیا جانے لذت درد کی
دل جلوں سے پوچھئے سوز نہان اہل درد

چین آتا ہے کہاں ایجاں دل پر درد کو
گر نہ باور ہو تو کر لو امتحان اہل درد

دیکھ لو آ کر دل مشتاق اگر شک ہو تمہیں
درد سے خالی نہیں ایجاں مکان اہل درد

گاہ ہے آواز نالہ گاہ آہوں کی صدا
درد سے آباد ہے ہر دم مکان اہل درد

کیجئے کس سے بیاں جا کر حقیقت درد کی
کون ہے ایجاں بجز دل رازدان اہل درد

ہے عیاں ایجاں ہر طرز سخن سے صاف صاف
ہوتا ہے سب سے جدا رنگ زبان اہل درد

چھیڑ نہ تم طبیب چین آ جائے دل عشاق کو
گوش دل سے تم اگر سن لو بیان اہل درد

اُسکے گھر پہنچے تو پہلو سے گئے قلب و جگر ‌ ‌ ‌ لٹ گیا منزل پہ آکر کاروان اہلِ درد

دیکھ لے طرزِ بیان وہ، اور مرا حسنِ سخن
جسنے اے ناتک نہ دیکھی ہو زبان اہلِ درد

تو جو اے قاتل ذرا سن لے بیانِ اہلِ درد ‌ ‌ ‌ زخمِ دامن دار بن جائے زبان اہلِ درد
شمع کیا جانے بھلا ایجاں حقیقت درد کی ‌ ‌ ‌ میرے دل سے پوچھیے سوزِ نہان اہلِ درد
غیر ممکن ہے نہ ہوں بیتاب وہ مانند برق ‌ ‌ ‌ کان تک اُنکے اگر پہنچے فغان اہلِ درد
پیشوائی کیلئے بڑھ جا ذرا اے دردِ دل ‌ ‌ ‌ دیکھنا منظور ہے اُن کو مکانِ اہلِ درد
اشک کب جاری ہیں فرقت میں تری یہ روئے خوں ‌ ‌ ‌ ہے رواں آنکھوں سے ہر دم کاروانِ اہلِ درد
دل شکستہ، مضطر و دیوانہ و خستہ جگر ‌ ‌ ‌ اتنے ہیں ای جانِ جاں نام و نشانِ اہلِ درد
غمزدوں کا دل دکھانا ہر گھڑی اچھا نہیں ‌ ‌ ‌ عرش تک ظالم پہنچتی ہے فغان اہلِ درد
خانۂ دل سے مرے ہر دم یہ آتی ہے صدا ‌ ‌ ‌ دیکھ لے جسنے نہ دیکھا ہو مکانِ اہلِ درد
ہو کا عالم ہے نہ آنا ای خوشی اس دل میں سے ‌ ‌ ‌ دید کے قابل نہیں ہوتا مکانِ اہلِ درد
میرا نالہ سنکے یہ کہتے ہیں وہ دل تھام کر ‌ ‌ ‌ کسقدر پردرد ہوتی ہے فغانِ اہلِ درد

سنکے گلشن میں فغاں کو گل کا دکھ جاتا ہے دل
پائی ہے بلبل نے بھی ناتک زبانِ اہلِ درد

ذ

کیونکر نہ سمجھیں صبر کو اہل محن لذیذ
سمجھے تھے تا بہ مرگ جسے پنجتن لذیذ

بلبل کو رنگ گل سے ملا ہے اگر مزا
معلوم مجھکو ہوتی ہے بوئے چمن لذیذ

راحت سمجھ کے عشق میں محنت جو کی قبول
سمجھا تھا جوئے شیر کو کیا کوہکن لذیذ

دیتا ہے عاشقوں کو شب ہجر میں مزا
راحت سے بڑھکے کیوں نہ ہو رنج و محن لذیذ

غربت میں پایا نخل محبت کا کیا ثمر
کیونکر نہ سمجھوں میں بوئے باغ وطن لذیذ

غربت میں یاد آتے ہی آنسو نکل پڑے
افسوس کیا تھی صحبت اہل وطن لذیذ

بلبل بھی اسکے سامنے ناطق خموش ہے
باتیں بنا رہا ہے وہ غنچہ دہن لذیذ

ر

وا ہم سے کچھ ہی سے ہو جو سامان بہار
ہر بلائی شکل بن جائے گریبان بہار

ہم تڑپ کر مر گئے ٹوٹیں قفس کی تیلیاں
دل میں کانٹا بن گیا آخر کو ارمان بہار

ہجر کی شب کیوں نہ ہو روز قیامت سے دراز
ابرؤوں تک آ گئی زلف پریشان بہار

جوش وحشت میں نہ کیونکر ہو ترقی جنوں
ڈھلگیا اپنے گریباں سے گریبان بہار

مست کرتے جاتے ہیں کھل کھل کے گلہائے شجر
بڑھتا جاتا ہے چمن میں اور ارمان بہار

کر دئے اپنے گریباں [illegible] تار تار
[illegible]

ہم ہوئے ہیں فصل گل کی ہیبت سے ہمیں رہا
پھرتے ہیں باغ میں ممنون احسان بہار

اللہ اللہ ذوق فصل گل وہاں مرکز ہیں ہے
روح مجنوں دیکھئے آئی ہے سامان بہار

چشم نرگس ہیں پیالہ کیوں نہ کر دو ترقی نور کی
داغ لالہ کا ہے جب شمع شبستان بہار

کیا مجھے سیر چمن کا لطف سب لوٹی ہوا
غنچہ غنچہ بن گیا ہے شکل پیکان بہار

فصل گل آئی غزلخواں کیوں نہ ہوں ہم باغ میں
ایک مدت سے تھا ای نانک یہ ارمان بہار

ہیں کھٹا لگدن اور میرا آشیاں جان بہار
اب نظر آتا نہیں پھول گلستان بہار

میری قسمت نارسا مفقود درمان بہار
اب خدا ہی ہے اگر پیدا ہو درمان بہار

یہ کھلیں کلیاں گل تازہ نہ آئے نظر
حشر کے میدان سے بہتر ہے دامان بہار

عاشقوں سے کوئی پوچھے سیر گلشن کا مزا
دل کو کھینچے لیتے ہیں پہلو سے سامان بہار

پھر لیا کرتے تھے ہجر یار میں اک آہ سرد
عاشقوں کے دل پہ جب پڑتے تھے پیکان بہار

باغ میں گر پھول ہیں تربت پہ سبزہ ہی سہی
مرنے والوں کو اگر پوچھے تو احسان بہار

مر گیا زنداں میں اتنا کہہ کے حسرت اک نامراد
ہائے دنیا سے چلا ہیں لیکے ارمان بہار

نارسا قسمت رسائی اپنی دکھلا دے ذرا
وقت میرے واسطے ہو جائے زندان بہار

شاہدان باغ سوتے ہیں چمن میں اس طرح
تکیہ گل زیر سر اور منہ پہ دامان بہار

قیامت سے بھی طوفانی تھا قصہ روز فرقت کا
کسی کے دیکھنے سے رو گیا کیوں مختصر ہو کر

شب فرقت تسلی کو ہمارے خانۂ تن میں
خیال یار رہتا ہے مگر درد جگر ہو کر

تمہارا دیکھنا غصہ میں گویا زندگانی ہے
نگاہ غیظ پڑتی ہے محبت کی نظر ہو کر

ہماری وحشت بیجائی پہ اتنا رحم آیا ہے
کہ ہر اک آبلہ روتا ہے گویا چشم تر ہو کر

دکھاتا ہے ستم فرقت عجب نیرنگ ہر ساعت
کسی جا زخم دل ہو کر کہیں درد جگر ہو کر

جواب نامہ لایا ہے خدا کی شان تو دیکھو
ہمیں سے ناز کرتا ہے ہمارا نامہ بر ہو کر

کسی کے ہجر میں ہر روز ہے سامان مرنے کا
یہ پھل پایا ہے نانک کشتۂ تیغ نظر ہو کر

تڑپایا مجھے یوں آج ستمگر ترے خنجر
بسمل کے تماشے کا ہو منظر ترے خنجر

جو رند ہیں ساقی انھیں کیا ڈر ترے خنجر
پیتے ہیں سدا بادۂ احمر ترے خنجر

دریا میں حباب ہوں سے یہی کہتی ہیں موجیں
تو دیکھو نہ دیکھا ہو جو ساغر ترے خنجر

منہ آئینہ میں دیکھ کے کہتا ہے وہ قاتل
مژگاں ترے ابرو ہیں کہ نشتر ترے خنجر

تو اپنے تماشے کے لیے صورت بسمل
تڑپاتا ہے کیوں مجھ کو ستمگر ترے خنجر

ساقی ترے ابرو ہیں تری مست نگاہیں
یا دور میں ہے شیشہ و ساغر ترے خنجر

جو عاشق صادق ترے ابرو پہ فدا ہیں
رکھتے ہیں گلا اے مرے دلبر ترے خنجر

کم ہوئی تڑپ کشتۂ ابرو کی نہ ہرگز / چھین آپ نگاہ ای شوخ ستمگر سے خنجر

نانک تجھے ابرو پہ فدا دیکھ کے اپنے / رکھتے ہیں نگاہ تیر اس ستمگر سے خنجر

یاس و حسرت بیکسی عبرت کا ساماں دیکھ کر / رو دیے ہم منظر گور غریباں دیکھ کر

صنعت کا، دیوانگی میں اپنی ساماں دیکھ کر / ہاتھ کو دیکھا کیے اپنا گریباں دیکھ کر

مجھ سے دیکھا جا نہ سکا پیش خدا اُنکا حجاب / ہر جفا پہ جھکو نگاہیں اُنکو پشیماں دیکھ کر

بود و باش اپنی بھی رہتی تھی نہ ڈالی پر کبھی / آشیاں یاد آتا ہے اپنا گلستاں دیکھ کر

کسطرح سر پھوڑنے کی ہوگی پوری آرزو / خون دل کا ہو گیا تنگی زنداں دیکھ کر

زیر سنبل بیٹھ کر دامن کے بھی ٹکڑے کیے / فصل گل میں دھجیاں اپنا گریباں دیکھ کر

خود کیا ہے چاک اسیر یہ تجاہل دیکھیے / ذکر یوسف کر رہے ہیں میرا داماں دیکھ کر

عشق گیسو سے تھا جمعیت خاطر پہ فرق / وہ پریشاں ہو گئے مجھکو پریشاں دیکھ کر

صبح محشر سے ملا ہے سلسلہ اُس زلف کا / صاف ثابت ہے یہ طول شام ہجراں دیکھ کر

رفتہ رفتہ یہ تو وحشت کا ہوا میری اثر / روح مجنوں ساتھ ہے چاک گریباں دیکھ کر

ہجر کی شب بیقراری ہم سے نانک دور ہے / دل میں تصویر خیال یار مہماں دیکھ کر

ہم اسطرح سے پہونچے قاتل کی سرزمیں پہ

صد چاک کرکے دل کو ٹکڑے کیا کلیجہ

سینے میں رہ کے دل نے بہو فا نہ پایا کہیں

رتبہ بلند ایسا تیری گلی کا دیکھا

مرنے کے بعد اے دل راحت سے تو نہ آئی

کیونکر جدا ہو ہم سے اسے شوخ یاد تیری

چٹکی میں تیری قاتل پیدا ہوئی وہ صفائی

سینے میں شکل بسمل ہر دم تڑپ رہا ہے

چہرہ وہ جفا میں یارو دکھا کے جو ستمگر

ذرہ ذرہ میں خاک کا ہم نقش بند سینہ اس گلی میں

آنسو گرے کہیں پہ دل رہ گیا کہیں پہ

تیغ ادا تمہاری رکتی نہیں کہیں پہ

ہمنے کیا بھروسہ کیوں ایسے ہم نشیں پہ

خورشید آسماں کو پیدا ہوا زمیں پہ

مدفن ہے جو اے دل قاتل کی سرزمیں پہ

کندہ ہے نام تیرا جب قلب کے نگیں پہ

اک تیر جسکے مارا وہ رہ گیا وہیں پہ

للہ رحم کھاؤ اب تو دل حزیں پہ

افسوس میرا دل جو آیا ہے اس حسیں پہ

ٹکڑے ہی دل و جگر کے بلیاں تنگے کہیں پہ

کوچہ میں نقش پا ہیں اُن کے جہاں پہ نانک

مرنے کے بعد میری تربت بنے وہیں پہ

طریق عشق میں ہوں آنکھ سے آنسو رواں کیونکر

نقش بلبل دلسوختہ ہی وہ یہ کیا جانے

ازل سے میرا اُسکا اتحاد روح و قالب ہے

بھلا دل کو بنائیں یوسف بے کارواں کیونکر

جلا دی ہے فلک نے برق گرا کر آشیاں کیونکر

خیال یار ہو دل میں نہ ہر دم میہماں کیونکر

کسی دن دیکھ لے صیاد اگر جانب زنداں
اسیر ناتواں کرتے ہیں فریاد و فغاں کیونکر

اگر معشوق مقصود ہے تو اُس کے پاس پہنچینگے
بھلا دیکھیں تو ہمکو روکتے ہیں پاسباں کیونکر

ستم پر مستعد صیاد ہر دم باغباں دشمن
رہے گا باغ میں بلبل کا یارب آشیاں کیونکر

کوئی پوچھے مری جوشِ جنوں سے کیا خبر مجھکو
ہوئی ہیں میرے دامانِ و گریباں دھجیاں کیونکر

جفا و جور اُٹھانیکی نہیں اب تاب اے ظالم
تری بیداد کا شکوہ نہ آئے تا زباں کیونکر

مٹانے پہ ہی آمادہ ہے ناتک وہ بُتِ ظالم
رہے گا دیکھئے گورِ غریباں کا نشاں کیونکر

اِخفا نہیں یہ امر ہے روشن جہان پر
قبضہ ہے یار کا مرے دل کے مکان پر

کیا کیا جفائیں کرتے ہیں وہ میری جان پہ
لیکن یہاں ہے مُہرِ خموشی زبان پر

اُلفت میں لاکھ آفتیں ہیں میری جان پہ
مجبور ہوں اب آتا ہے شکوہ زبان پر

دیوانو! وحشتِ عشق میں کچھ ہو گئے تم نہ راہ
پھرنا مگر ہمارے قدم کے نشان پر

شانِ خدا ہے ورنہ یہ اُمید تھی کسے
آپ اور آئینگا ہمارے مکان پر

برباد سیکڑوں کو کیا چرخ پیر نے
آیا مگر نہ رحم کسی نوجوان پر

اُلفت میں ہم خموش ہیں یہ خوف ہے فقط
آئے کہیں نہ حرفِ شکایت زبان پر

پوچھیں وہ حالِ ہجر تو اتنا فقط کہوں
بس کچھ نہ پوچھیئے جو گذرتی ہے جان پہ

کیونکر حضور راز محبت نہاں رکھوں
آنکھوں پر اختیار نہ قابو زباں پر

ہو جرم کا یقین تو تعزیر دیجیے
کرتے نہیں ہیں قتل کسی کے گمان پر

مانیں نہ مانیں آپ مگر یہ کہیں گے ہم
اچھا نہیں ستم کسی بیکس کی جان پر

مٹنے کے بعد اور زیادہ ہوا عروج
اُڑ کر مرا غبار گیا آسمان پر

ناناک وہ گوشِ دل سے کسی دن اگر سنیں
ممکن نہیں نہ روئیں مری داستان پر

دکھائی دشمنی کیا نامرادی مہرباں ہو کر
رُکا سو بار خنجر ہائے گردن پر رواں ہو کر

جلایا آتشِ دوری نے مجھکو شمع کی صورت
نکل جائیگی دم میں روح قالب سے دھواں ہو کر

ہوئے گر خاک بھی تو دیکھنا اے غیرت یوسف
رہیں گے آگے آگے ہم غبارِ کارواں ہو کر

یہ ہے ملبوس کی صورت بہار جوشِ وحشت میں
اِدھر پہنا اُدھر اُترا گلے سے دھجیاں ہو کر

دلِ وحشی ترے ہاتھوں یقیں ہے بعد مردن بھی
گریبانِ عدم اُڑتا پھریگا دھجیاں ہو کر

خدا کے واسطے تو لو تنِ بیجاں میں جاں آئے
زباں روکے ہوئے بیٹھے ہو کیوں مُہرِ بیاں ہو کر

دلِ وحشی کے سودے نے عجب اعجاز دکھلایا
صدا دینے لگیں زلفیں تمہاری بیڑیاں ہو کر

ہمیں مشقِ تصور میں کمال اتنا ہوتے ناناک
کسی صورت وہ رہ سکتے نہیں ہم سے نہاں ہو کر

ز

دارِ فانی میں نہ غافل ہو دلِ بیباک روز
دیکھ چلے خاک کے جاتے ہیں زیرِ خاک روز

کھینچے گر قشقہ جبیں پر وہ بتِ سفاک روز
معجزہ شق القمر کا ہو سرِ افلاک روز

حال کچھ کھلتا نہیں مجھکو الٰہی کیا کروں
مضطرب سینے میں رہتا ہے دلِ صد چاک روز

اپنے دیوانے کی دیکھو شان تم بھی تو ذرا
دامن ہم بچھاتا اوڑھتا ہے خاک روز

فصلِ گل آتے ہی یاں جوشِ جنوں بھی بڑھ گیا
قیس کے مانند ہوتا ہے گریباں چاک روز

فرقتِ دلدار میں رو رو کے ناٹک کیا عجب
نوح کا طوفاں اٹھائیں دیدۂ غمناک روز

چھپ سکتا ہے چھپائے سے کہاں نگاہ ناز
ہوتا ہے ہر ادا سے تری آشکار ناز

[illegible] خاص حسینوں کے واسطے
[illegible]

یہ کہکے جان دے دی غمِ ہجرِ یار میں
کب تک اٹھاؤنگے میں دلِ بیقرار ناز

اپنی ادا پہ آپ اسے ایسا ناز ہے
وہ تازہ پر نثار ہے اسپر نثار ناز

ناٹک پہ انکی شوخیٔ رفتار دیکھکر
ہر ہر قدم پہ ہوتا ہے ہر دم نثار ناز

س

ہم پہنچ جائیں نجف میں منصفِ عادل کے پاس
حسرتیں دل کی نکلجائیں سبھی منزل کے پاس

داغ یوں سینے کی روشن ہیں ہماری دلکے پاس
جسطرح تارے چمکتے ہیں مہ کامل کے پاس

دل میں اسکندر کے تھا آب بقا پینے کا شوق
وائے قسمت رہگیا محروم وہ ساحل کے پاس

جب بڑھا دریا تو موجونکو بھی بیتابی ہوئی
اب حباب آسا وہ سر ٹکراتی ہیں ساحل کے پاس

چین آئے گا شب فرقت اسی سے دیکھنا
رہگیا ہے تیر کا ٹکڑا جو ناؔنک دل کے پاس

کوئی صحرا میں گیا اور کوئی کہسار کے پاس
اپنا مسکن ہے سدا کوچۂ دلدار کے پاس

درد و غم۔ رنج و الم حسرت و یاس و حرماں
روز و شب رہتے ہیں یہ سب تری بیمار کے پاس

موت خود آئیگی اک روز عیادت کے لیئے
اے مسیحا دم آخر ترے بیمار کے پاس

اے صبا بعد فنا اُڑکے مرا مشتِ غبار
پہنچ ہی جائیگا اک روز در یار کے پاس

سرخرو کرنیکو مقتل میں ہمیں اے قاتل
کھینچ لائی ہے شہادت تری تلوار کے پاس

مغفرت پھر کسی صورت سے نہ ہوتی یارب
تیری رحمت نہ اگر ہوتی گنہگار کے پاس

کر عطا جام شہادت کا کہ سیراب ہوں میں
تشنہ لب آیا ہوں قاتل تری تلوار کے پاس

ایسی قدر جور و ستم اسکے اٹھائے ناؔنک
ظلم باقی نہ رہا چرخ ستمگار کے پاس

ش

ہے میرے یار کی ایسی نگاہ کی گردش
فلک پہ جیسے کہ ہو مہر ماہ کی گردش

بتوں کے عشق میں ہر لحظہ صورت یوسف
کنوئیں جھنکا ئیگی کیا کیا نہ چاہ کی گردش

تمام عمر پھرے جستجو میں ہم لیکن ؛ ؛
نہ مٹے ہوئی تری کوچے کے راہ کی گردش

بیاں کروں تو غضب ہے زباں نہیں پھرتی
عجب ہے کچھ مرے حال تباہ کی گردش

دعا خدا سے شب و روز ہے یہ ناتک کی
الٰہی دور ہو مجھ روسیاہ کی گردش

کب اسے پاسکے نظر کی تلاش
بے اثر ہے یہاں بشر کی تلاش

آج موجود ہیں مرے گھر میں
مدتوں سے تھی جنکے گھر کی تلاش

عشق میں زلف و رخ کے آٹھ پہر
شام کی ہے کبھی سحر کی تلاش

یہ نہ کام آئیگا پس مردن ؛
آدمی کو عبث ہے زر کی تلاش

جان جب وے چلے تو ہاتھ آیا
زندگی میں ہمیں تھی گھر کی تلاش

اپنی حد سے جو بڑھتی جاتی ہیں
انکی زلفونکو ہے کمر کی تلاش

عرش پر ہے دماغ اے ناتک
جب سے ہے دل کو اس قمر کی تلاش

تم کو نہیں ہے عاشق غمخوار کی خواہش
ہمکو ہی رہا کرتی ہے دیدار کی خواہش

او شوخ ذرا بہر خدا شکل دکھا دے
ہے طالب دیدار کو دیدار کی خواہش

بیمار محبت کو ترے رشکِ مسیحا
رہتی ہے سدا بس ترے دیدار کی خواہش

ساقی ہو گھٹا چھائی ہو گلزار ہو مے ہو
ہے موسم گل میں یہی میخوار کی خواہش

محشر ہو بپا گور سے مردے نکل آئیں
ہے بس یہ تری شوخی رفتار کی خواہش

جنت کی تمنا ہے نہ ہے حور کی حسرت
نانک کو ہے بس آپکے دیدار کی خواہش

مطلب نہ پری سے ہے نہ ہے حور کی خواہش
ہے دل میں فقط اس بتِ مغرور کی خواہش

ہے خاک درِ یار مری لاش کو کافی
احباب کو بیکار ہے کافور کی خواہش

ہے جلوۂ دلدار مرے خانۂ دل میں
موسیٰ کو مبارک رہے بس طور کی خواہش

دے جان دلا شوق سے تو راہ خدا میں
رکھتا ہی اگر رتبۂ منصور کی خواہش

نانک چلو اب روضۂ شبیر کو دیکھیں
ہر دم ہے یہی اس دل رنجور کی خواہش

ص

بتلائے دو وش پہ تھے رسول انام خاص
پیارے نبی کے تھے یہی دونوں امام خاص

کیا مدح کر سکوں میں حسنؑ اور حسینؑ کی
تھے دونوں قلب و جانِ رسولِ انام خاص

میں مر رہا ہوں کچھ نہیں تمکو خیال ہے
قاصد یہ اُن سے کہنا تو میرا پیام خاص

کیوں سامنے بتوں کے جبیں کو جھکاؤ میں
سجدہ ہے فرض جانبِ بیت الحرام خاص

ناطق نہیں ہے خوف مجھے روز حشر کا
میری مدد کو ہوں گے رسولِ انام خاص

غ

کسی نے آکے لحد پہ اگر جلائے چراغ
دبائے ضد سے پس مرگ بھی بجھائے چراغ

جلائے شام کو اور صبح کو بجھائے چراغ
وہ ابتدائے چراغ ہے یہ انتہائے چراغ

کبھی فروغ نہ پایا جگر کے داغوں سے
مقابلہ کیلئے جب کبھی وہ لائے چراغ

فنا کے بعد بھی تاریکی لحد نہ رہی
جگر کے داغ میں پیدا ہوئی ضیائے چراغ

صدا بھڑکنے کی دیتا نہیں یہ وقتِ سحر
خود اپنے مرگ پہ کرتا ہے ہائے ہائے چراغ

فروغ دیکھے اگر میرے دل کے داغوں کا
یقیں ہے شرم سے جا بھی نہ ہو ضیائے چراغ

گلا کسی کی شرارت کا کچھ نہیں ناطق
سیاہ بختی ہے تربت کے خود بجھا سے چراغ

بجھتا ہماری زیست کا دیکھے اگر چراغ
گھی کے جلائے وہ بت بیداد گر چراغ

خود بن گئے ہیں اب مرے داغ جگر چراغ
ناحق جلای تو نے او بیداد گر چراغ

ٹھنڈے ہے تمہاری بزم میں سب جل کے ہو گئے
پروانہ ہے، نہ شمع، نہ وقت سحر چراغ

جل جای شمع سوز دل اپنا اگر کہوں
پھکنے لگے جو دیکھ کے داغ جگر چراغ

نسبت ہے داغ سے بھلا کیا چراغ کو
روشن یہ حشر تک ہے فقط رات بھر چراغ

آئیگا بہر فاتحہ شاید وہ شمع رو
ہے گلفشاں جو گور کا ناتک کے ہر چراغ

ق

جب سے تعمیر ہوا دہر میں میخانۂ عشق
مجھسا پیدا نہ ہوا میکش پیمانۂ عشق

اللہ اللہ یہ ہے شوکت شاہانۂ عشق
ہستی ملک دو عالم ہے جلوخانۂ عشق

آتش عشق کی اللہ رے شرر افشانی
جسکو کہتے ہیں جہنم وہ ہے خس خانۂ عشق

عاشقوں سے ہے فروغ رخ پر نور بتاں
شعلۂ حسن ہے سوز دل پروانۂ عشق

یہ تمنا ہے مری تجھ سے خداوند کریم
گر میں ہوں خاک تو خاک در بتخانۂ عشق

نور کعبہ میں نہ یہ دیکھا نہ بتخانہ میں
اللہ اللہ فروغ در کاشانۂ عشق

رحم آئیگا نہیں اس کو کبھی اے ناتک
وہ کہانی کی طرح سنتا ہے افسانۂ عشق

ک

میرے رونے کی وجہ سے بڑھ گئی توقیر اشک
آئینے میں کھینچ لی اس شوخ نے تصویر اشک

میرے ماتم میں نہ رو کر کیجئے ترچھی نگاہ
بہر قتل عاشقاں بن جائیگی شمشیر اشک

میرے پہلو سے اٹھے وہ اسطرح کہتے ہوے
ہے نکلنے کی یہی اک آنکھ سے تدبیر اشک

وقت گریہ آئینہ دکھلا کے کہتا ہے وہ شوخ
دیکھئے ہم کھینچتے ہیں اسطرح تصویر اشک

بار جب آتے نہیں ظلم و جفا و جور سے
کسلئے کرتے ہو پھر تم شکوۂ تقصیر اشک

میرے رونے پر نکل آتے ہیں آنسو یار کے
رائیگاں جاتی نہیں ای دل کبھی تاثیر اشک

میری آنسو پونچھتا ہی اپنے دامن سے وہ شوخ
اللہ اللہ کسقدر ہے اوج پر تقدیر اشک

ناتواں ایسے ہیں ناتک گر کے اٹھ سکتے نہیں
دیکھکر آئینہ بھی حیران ہے تصویر اشک

گ

عیاں ہے حسن بیاں سے مری بیان کا رنگ
جدا ہے اہل زباں سے مری زبان کا رنگ

رہا ہی کرتا ہی قاتل نہ قتل کرتا ہے
عجب طرح کا ہے ظالم کے امتحان کا رنگ

دلا یہ صحبت احباب بھی غنیمت جان
بدلتا رہتا ہے ہر لحظہ آسمان کا رنگ

بدلتا رہتا ہے ہر لحظہ آسماں کی طرح
کب ایک طریق پہ قائم ہے اس جہان کا رنگ

سخنوروں پہ عیاں ہوگیا ہی اے ناتک
مری بیان کا پہلو مری زبان کا رنگ

ل

پھر آج لے چلا نانک یہ بزم یار میں دل
میں کیا کروں کہ نہیں میرے اختیار میں دل

ہوا تھا ایسا کچھ افسردہ ہجر یار میں دل
کسی طرح نہ کھلا موسم بہار میں دل

فروغِ برقِ تجلّیِ حسنِ عارض سے
جلیگا صورتِ پروانہ بزم یار میں دل

ستم کی قید سے چھوٹا نہ زندگی میں کبھی
سدا اسیر رہا زلفِ مشکبار میں دل

نکل گئی شبِ غم میں تمام جسم سے روح
تڑپ رہا ہے مگر تیرے انتظار میں دل

یہ اشکِ خوں نہیں ہے پارہ ساز دیکھو تو تو
کھنچ آیا سینے سے یہ چشمِ اشکبار میں دل

عزیز کی نہ کبھی جان تم سے نانک نے
ذرا تو غور کرو پھر ہے کس شمار میں دل

م

پیدا جو کرتے راہ ترے باغباں سے ہم
اے گل نہ خالی جاتے کبھی بوستاں سے ہم

کرتے ہیں عندلیب جو نالے زباں سے ہم
ہوتے ہیں فصلِ گل میں جدا آشیاں سے ہم

فریاد و آہ کرتے ہیں ای دل بہانے سے ہم
مجبور ہو کر روتے ہیں جورِ بتاں سے ہم

تارے کبھی لائیں توڑ کے گر آسمان سے ہم
قسمت مگر خضر کی لائیں کہاں سے ہم

ای چرخ گر مٹاتا ہے تو قبر بھی مٹا
باز آئے چند روز سے نام و نشاں سے ہم

ای شوخ تیری بزم میں آنے کے واسطے
پیدا کرینگے رسم کسی پاسباں سے ہم

مانند عندلیب گلوں کے فراق میں
بدنام ہو رہے ہیں خود اپنی فغاں سے ہم

رہتے نہ زیر چرخ جو ملتا کوئی مقام
مجبور ایسے ہیں ستم آسماں سے ہم

کہتی ہے وقت نزع یہی روح جسم سے
ہونگے جدا یقین ہے اب اس مکاں سے ہم

قسمت میں جو لکھا ہے اُسے آزمائینگے
اب سر اُٹھائینگے نہ تری آستاں سے ہم

اے دل خدا گواہ مئے خوشگوار کو
پی لیتے ہیں محبت پیر مغاں سے ہم

صیاد کے ستم ہیں کبھی جور برق کے
پاتے ہیں ہر طرح کے الم آشیاں سے ہم

مر جائیں ہے یہ جی میں گلا گھونٹ کر حضور
بیزار ایسے ہجر میں ہیں اپنی جاں سے ہم

اے بت خدا گواہ ترے ظلم و جور کا
شکوہ کبھی کرینگے نہ اپنی زباں سے ہم

اک شعلہ رو کے عشق میں ہر دم میان بزم
مانند شمع جلتے ہیں سوز نہاں سے ہم

قاتل ترے شہیدوں میں پہچانے جائینگے
پیش خدا بھی زخم جگر کے نشاں سے ہم

موت آ کے اسطرح سے سُلائیگی قبر میں
جاگیں گے حشر تک بھی نہ خواب گراں سے ہم

اے روح خدا گواہ ہے اس دل کی آنکھ سے
کعبہ کو دیکھ لیتے ہیں کوے بتاں سے ہم

دو اک نفس کا اور مرا دل کا ساتھ ہے
جاتے ہیں خالی ہاتھ طلسم جہاں سے ہم

نانک یہی جو عشق رہے گا تو دیکھنا
ہونگے جدا نہ مر کے بھی کوے بتاں سے ہم

ن

کون کہتا ہی کہ دل ہی سینۂ نخچیر میں
وہ تو ناوک رہگیا شاید کسی کے تیر میں

حسرت دیدار آنکھوں سے نمایاں صاف ہے
اے مصور بس یہ خوبی ہے مری تصویر میں

قید ہستی کے نہ ابتک راز سے واقف ہوا
اے جنوں اتنا نہیں آیا خانۂ زنجیر میں

روز محشر بول اٹھیگا دل گواہی کے لیے
خون بسمل کا جو قطرہ ہی تری شمشیر میں

صبح کا ہنگام ہے جلدی میں دے ساقی شراب
کیفیت فصل جوانی کی ہو قلب پیر میں

آگ لگ جاوے نہ زنداں میں کہیں یہ خوف ہی
ہوگئے پیدا شرر اب نالۂ زنجیر میں

دیکھنے والوں کے زخمی ہوگئے قلب و جگر
کس غضب کا نوک ہے ظالم نگہ کے تیر میں

اک نظر جو دیکھے خود اسکا گریباں چاک ہو
او مصور بھر دے وہ رنگ جنوں تصویر میں

کوچۂ الفت میں ناوک صورت فرہاد و قیس
ٹھوکریں کھانا لکھیں ہیں میری بھی تقدیر میں

اس ہنسی نے ناز سے ماری ہیں ایسی تیر حسن
بنگیا ہے دل مرا سینہ میں خود نخچیر حسن

کھینچتی ہے دل کو عالم کے تری تصویر حسن
رکھتی ہی جذب محبت کا اثر تاثیر حسن

چٹکے نامہ نامہ بر ہنستے ہیں کب غنچہ دہن
گل کھلاتی ہے ہماری شوخی تحریر حسن

مثل مہر و ماہ روشن ہوگیا سینہ مرا
خانۂ دل میں ہوا مہماں جو تیرا تیر حسن

وای ناکامی رہے محروم وصل یار سے
ایکدن چمکا نہ اپنا کوکب تقدیر حسن

جسطرح ہوتا ہے ہالہ نور کا گرد قمر
یوں ہی تیرا حسن ہے خود حلقہ تصویر حسن

کیوں زلیخا کیطرح خواہاں ہو عالم ترا
حسن میں ہے بڑھکے یوسف سے تری تصویر حسن

مجھکو قاتل نے کیا زخمی جو تیغ ناز سے
خون کے قطرے بنے سب جوہر شمشیر حسن

دیکھکر صورت تری بہزاد کٹ گئے مانی کے ہاتھ
کھچ سکی ہرگز نہ رعب حسن سے تصویر حسن

تیرے جذب حسن میں بھی ہے اثر تسخیر کا
کھینچ لیتی ہے دل عشاق کو تاثیر حسن

اُسکے کوچہ کے گداؤں میں مرا بھی نام ہے
ہے جو تا تک خسرو خوبی و عالمگیر حسن

راحتوں کی صورتیں خواب پریشاں ہو گئیں
دل میں گھٹ گھٹ کر تمنا قیدی زنداں ہو گئیں

آرزوئیں پہلے تو سینے میں پنہاں ہو گئیں
ہجر میں بیتابی دل سے نمایاں ہو گئیں

مشکلیں غربت کی دم میں سب آساں ہو گئیں
تا بہ گردن آئیں جب تیغ گریباں ہو گئیں

وہ سیہ بادل اُٹھے وہ چاند پھر چھپنے لگا
کیا کسی چہرہ پہ پھر زلفیں پریشاں ہو گئیں

پتلیاں بیمار کی پھر پھر کے وقت نزع آج
رہ نورد کوچہ شہر خموشاں ہو گئیں

بھولی بھولی صورتوں میں یہ عجب تاثیر ہے
آتے ہی آنکھوں کے آگے دلنشیں ہاں ہو گئیں

پھول برسے تاروں کے قندیل سے روشن ہوئی
زینتیں کیا کیا سر گور غریباں ہو گئیں

جمع ہوں کسطرح سے میرے حواس منتشر
لیجیے پھر آگئی زلفیں پریشاں ہو گئیں

اضطراب دل نے آخر کر دیا ہم کو ہلاک
نکلیں گیں جتنی ہماری دل میں چھپ کر یا ہوئیں

وصل میں فرقت کا دھیان آتے ہی ہیں مضطر ہوا
حسرتیں جو دل میں تھیں وہ درد پنہاں ہوگئیں

جسطرف کو دیکھتے ہیں اسطرف اڑتی ہے خاک
بستیاں دل کی نئی صورت سے ویراں ہوگئیں

انکی تصویر خیالی کو جگہ ملتی نہیں
حسرتیں کچھ اسطرح سے دلمیں مہماں ہوگئیں

عشق گیسو میں ہوا ہیں قید سب دیکھا کیے
ملکے نظریں سب کی قفل باب زنداں ہوگئیں

بند دروازہ ہوا اور یہ رہیں حسرت سے بانہ
میری آنکھیں حلقۂ زنجیر زنداں ہوگئیں

دھجیاں چاک گریبان زلیخا کی جو تھیں
جمع ہوکر حضرت یوسف کا داماں ہوگئیں

آپ جب مشکل کشا مشکل کشائی کے لیے
مشکلیں نانک پہ جتنی تھیں سب آساں ہوگئیں

کبھی جو ہم تیرے تیر نظر کو دیکھتے ہیں
تو زخم کھائے ہوئے دل جگر کو دیکھتے ہیں

جو آستاں پہ ترے اپنے سر کو دیکھتے ہیں
کبھی فلک کو کبھی سنگ در کو دیکھتے ہیں

جو ہم خراب تمہاری نظر کو دیکھتے ہیں
تباہ حالت قلب و جگر کو دیکھتے ہیں

زیادہ ہوگی ضیاء آفتاب محشر سے
کہ آج وہ مرے داغ جگر کو دیکھتے ہیں

حضور آپکے نقش قدم کی صورت ہیں
ہم اس لحاظ سے شمس و قمر کو دیکھتے ہیں

حضور آپ سے جس روز سے فراق ہوا
کوئی نظر نہیں آتا جدھر کو دیکھتے ہیں

وہ دم بخود ہیں کہ کس طرح یاں تک آ پہونچا
کبھی وہ خط کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں

گلوں کو باغ میں اک تازہ داغ ہوتا ہے
جو خندہ زن مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

مسافرانِ عدم مر کے جاتے ہیں تا قبر
جب ایک عمر گذاریں تو گھر کو دیکھتے ہیں

وہ ابتدا مری دیوانگی کی کیا پوچھیں
ازل سے چاک گریباں سحر کو دیکھتے ہیں

دل و جگر میں جدائی عجب نہیں ہے کہ ہو
کہ روز خواب میں اس فتنہ گر کو دیکھتے ہیں

ہوئی ہے اب انھیں تیر نگاہ ناز کی قدر
کہ غور سے مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

یہاں ہیں قدرِ سخنداں کی خاک ہو ناسخ
بری نگاہ سے اہلِ ہنر کو دیکھتے ہیں

نہ شکایت ہے جفا کی نہ گلا کرتے ہیں
مرنے والے ترے جینے کی دعا کرتے ہیں

چارہ گر کس لئے عاشق کی دوا کرتے ہیں
مرض الموت سے امید شفا کرتے ہیں

مبتلا سوزِ غمِ ہجر کے کیا کرتے ہیں
شعلے اٹھتے ہیں جو مرنے کی دعا کرتے ہیں

تھا نشیمن تو رہائی کی ہوس تھی صیاد
اب قفس سے نہ چھٹیں اسکی دعا کرتے ہیں

اب نہ ہے آرزوئے وصل نہ ایذائے فراق
خانۂ دل میں وہ ہر وقت رہا کرتے ہیں

آپ کیا پوچھتے ہیں ہم سے شبِ ہجر کا حال
درد دل سے ہوئی فرصت تو دعا کرتے ہیں

ان اسیروں کے مقدر پہ ہے حیرت کی جگہ
پر کتر کر جنھیں صیاد رہا کرتے ہیں

تیر ترکش میں تھے جتنے وہ ہیں تیرے دل میں
رو کیے ہاتھ حضور آپ یہ کیا کرتے ہیں؟

دیکھ لیتے ہیں کبھی آپ پلٹ کر جن کو
نہیں معلوم وہ کس دل سے دعا کرتے ہیں

سامنا حشر میں انکا ہو تو اتنا پوچھوں
آپ وعدہ بھی کبھی اپنا وفا کرتے ہیں

خیر سے رات اگر ہجر کی کٹ جاتی ہے
آئینہ صبح کو ہم دیکھ لیا کرتے ہیں

اس قدر ہے ترے بیمار کو تکلیف مرض
دیکھنے والے بھی مرنے کی دعا کرتے ہیں

آپ تو فاتحہ پڑھتے ہی ا چلے جاتے ہیں
پھول شب بھر میری تربت کے ہنسا کرتے ہیں

ان کی تقدیر پہ ناصح ہمیں رشک آتا ہے
کوچۂ یار میں جو لوگ رہا کرتے ہیں

نہ دیکھا خوبرو ایسا کوئی ساری خدائی میں
خدا کی شان ہے اس بت کی شانِ دلربائی میں

تری جانبازا ہی سفاک تیری آشنائی میں
عروسِ تیغ کو سر نذر دینگے رونمائی میں

نہ باور ہو تو تم جور و وفا کا امتحاں کر لو
بھلائی ہے بھلائی میں برائی ہے برائی میں

کدورت کسکو کہتے ہیں نہیں اس نام سے واقف
مری جاں تم تو آئینہ سراپا ہو صفائی میں

سبب کیا ہے جو یہ رہ رہ کے سینہ میں تڑپتا ہے
نہیں معلوم کیا دل پر گزرتی ہے جدائی میں

کسی صورت سے دونوں کے ہو شہرہ زمانے میں
وفا میں نام ہے میرا تمہارا بیوفائی میں

دلا آہیں ہماری اب کوئی دم میں پہنچتی ہیں
قریب عرش ہیں اب دیر کیا انکی رسائی میں

جو شمع انجمن تم ہو تو یہ بھی حسن محفل ہے
دل پر داغ گلدستہ ہے اپنا خوشنمائی میں

پتے چلے ہیں جستجو میں اک بت ظالم کی اے نانک
محبت خضر بنکر ہے ہماری رہنمائی میں

مر کے ہم دوش احبا پر عجب عالم میں ہیں
آرزوئیں ساتھ سر کھولے ہوئے ماتم میں ہیں

مجھکو دیوانہ بنایا ہے فریب حسن سے
پھر مجھی سے پوچھتے ہیں آپ کس عالم میں ہیں

ساقیا مجھ مست کے جلوں میں جو انداز ہیں
آئینہ میں ہیں سکندر کے نہ جام جم میں ہیں

انکی چشم ناز یہ کہتی ہے اہل بزم سے
کوئی دیکھے تو دکھادیں وہ کرشمے ہم میں ہیں

دیتی ہے شہر خموشاں کی اداسی یہ صدا
کچھ نہیں کھلتا لحد کے لوگ کس عالم میں ہیں

ہے زیادہ شادمانی میں بھی اک شکل ملال
یوں ہنسے ہم اشک آخر دیدۂ پرنم میں ہیں

دوست رخصت ہے تو شمع آرزو خاموش ہے
صبح وصلت کیا کہیں کس صحبت برہم میں ہیں

داور محشر سے کہہ دینگے یہ نانک حشر میں
آجتک ہم حضرت شبیرؑ کے ماتم میں ہیں

قفس میں ہچکیاں آتی ہیں اور فریاد کرتے ہیں
کبھی جب ہم نفس گلشن میں ہمکو یاد کرتے ہیں

وہ بلبل ہیں ہمیں صیاد جب آزاد کرتے ہیں
عوض شور مبارکباد کے فریاد کرتے ہیں

نہ گھبراؤ عزیزو اسقدر دم کے اکھڑنے سے
نہیں یہ موت کی ہچکی وہ ہمکو یاد کرتے ہیں

زباں سے کہہ نہیں سکتے کہ بدنامی کا باعث ہی
نظر بے بال و پر آتا ہی زنداں میں اگر کوئی

خدا شاہد ہے ہم کو دل ہی دل میں یاد کرتے ہیں
تو اے صیاد ہم اپنی مصیبت یاد کرتے ہیں

کچھ ایسی ان بتوں کو تجھ سے ای نانک کدورت ہی
کہ تیری خاک بھی بعد فنا برباد کرتے ہیں

ہجر کی رات میں جینے کا یہ ساماں کر لیں
خانۂ دل میں تری یاد کو مہماں کر لیں

وقت سے پہلے قیامت کا وہ ساماں کر لیں
رُخ اگر اپنا سوے گور غریباں کر لیں

سر کو دیوار سے ٹکرا کے ابھی ہم وحشی
قید خانے کو بھی چاہیں تو گلستاں کر لیں

اُنکی چٹکی سے چھٹا تیر مرے دل نے کہا
آیئے آیئے ہم آپ کو مہماں کر لیں

وحشیوں سے یہی تاکید ہے فصل گل کی
چاک دامن نہ کریں چاک گریباں کر لیں

سرخرو سارے شہیدوں میں مرا نام ہے
آپ ماتم جو سر گور غریباں کر لیں

فصل گل آئی ہے گلشن میں وہ فرماتے ہیں
وحشیوں سے کہو آرائش زنداں کر لیں

وحشی زلف کی میت جو اُٹھی فرمایا
ٹھہریے ٹھہریے ہم بال پریشاں کر لیں

موںھ سے اُف تک نہ کروں گا میں کبھی اے نانک
جسقدر چاہیں ستالیں وہ پریشاں کر لیں

درد کب دل میں نہیں اور لب پہ کب نالہ نہیں
کیا کہیں ای جاں تمہارے ہجر میں کیا کیا نہیں

گو دل گم گشتہ اپنا آپ نے کہنے سکا نہیں
ڈھونڈھتے ہیں یہ نہ کہنے کو ہی ڈھونڈھا نہیں

کشمکش ہے کیا ہجوم رنج و غم سے وقت نزع
گھٹ رہا ہے دم نکلنے کا کہیں رستا نہیں

لن ترانی کی نہ مجھ سے لیجئے دیدار میں
عاشق جانباز ہوں میں حضرت موسیٰ نہیں

تیری ہمدردی سے ہم باز آئے اے درد فراق
دمبدم دل کا دکھانا اسقدر اچھا نہیں

باغباں بے موسم گل کے اجاڑا اسطرح
آشیاں میں اب نظر آتا کوئی تنکا نہیں

سیکڑوں ناوک لگا کر کہتا ہے نانک وہ شوخ
مرغ بسمل کیطرح کیوں دل ترا تڑپا نہیں

شاید بہار آئی اے میکشو چمن میں
رہتا ہے ذکر مے کا ساقی کی انجمن میں

کیا حال پوچھتے ہو تم مرشدوں کا اپنے
زیر زمیں پڑے ہیں لپٹے ہوئے کفن میں

گلشن میں فصل گل کی سن لی ہے آمد آمد
پھولے نہیں سماتے پھول اپنے پیرہن میں

وحشت جنوں نے بڑھکر الفت میں تیری لیلیٰ
اک تار بھی نہ چھوڑا مجنوں کے پیرہن میں

مانند شمع سوزاں یہ لو لگی ہوئی ہے
پہنچیں گے آج کی شب اس بت کی انجمن میں

زلفوں میں موںھ چھپا کر وہ ماہ کہہ رہا ہے
دیکھا نہ ہو تو دیکھو چاند آگیا گہن میں

منصف ہوں جوہری گر موںھ موتیوں سے بھر دیں
ایسی صفائیاں ہیں نانک ترے سخن میں

کھلیں جو گیسوے پر پیچ و تاب پانی میں
تو کیوں نہ موجوں کو ہو اضطراب پانی میں

جو اپنی شکل کو دیکھیں جناب پانی میں
ابھی ہو آپ کا پیدا جواب پانی میں

رہیں نہ ہوش میں پھر اپنے مردم آبی
اٹھائیں آپ جو رخ سے نقاب پانی میں

رلا نہ ہجر بتاں میں ہمیں خدا کے لیے
ڈبو نہ اے دل خانہ خراب پانی میں

نگاہ پھیری ہے اس بحر حسن و خوبی نے
عجب نہیں کہ جو ہو انقلاب پانی میں

فنا کا آئینہ بس ہم ہیں بحر ہستی میں
یہ صاف کہتا ہے اک اک حباب پانی میں

چمن میں یار ہے بارش ہے اوج پر ناسخ
بہار دیتا ہے شغل شراب پانی میں

طور پر موسیٰ ہوے غش حسرت دیدار میں
جلوہ یاں دکھلا دیا ہم نے یار کے رخسار میں

اپنے دیوانے کا زنداں میں جو دیکھا تو حال
سر کو یوں پھوڑا کہ در پیدا ہوا دیوار میں

رو کے بالیں سے اٹھے کہتے ہوے یہ چارہ ساز
موت کے آثار ہیں رنگ رخ بیمار میں

اپنے ہی غم میں میں روتا تھا رکھے پہلو پہ ہاتھ
ہر جگہ اک دل پڑا تھا کوچۂ دلدار میں

مانتا ہے کون اسکو ہو جو دعویٰ بے دلیل
آپ یوسف ہیں تو آئیں مصر کے بازار میں

بعد مردن بھی یہی شان وفا ہوگی مری
قبر بھی میری بنے گی کوچۂ دلدار میں

جاتے جاتے انکے در تک راہ میں غش آگیا
آتے آتے آئیگی قوت تن بیمار میں

وہ دمِ آرائش آئینے میں ہے محوِ جمال
حسن موکھ دیکھا کیا آئینہ رخسار میں

رنگ لائی ہے اسیری میں یہ بلبل کی فغاں
جب قفس میں آہ کی بجلی گری گلزار میں

دونوں اک صورت سے ناتک نالہ کش ہیں ہر طرف
کوچۂ دلدار میں ہم بلبلیں گلزار میں ؛

مریضِ ہجر سچ ہے جان سے بیزار رہتے ہیں
مسیحا سے محبت ہے مگر بیمار رہتے ہیں

ہمارے مردمِ دیدہ کہاں بیکار رہتے ہیں
تصور میں بھی تیرے طالبِ دیدار رہتے ہیں

خیالِ منزلِ مقصود ہے ہر اک نفس اے دل
مسافر ہیں سفر کے واسطے تیار رہتے ہیں

قیامت کل کی آتی آج آ جائے نہیں ڈر ہے
سدا ایجو فن تیرے مائلِ رفتار رہتے ہیں

کہا ہمنے نقاب الٹو نہ غش آ جائیگا تو بولے
کلیم اللہ بھی کہتے تھے ہم ہشیار رہتے ہیں

فنا کے بعد بھی رہتا ہے علیحدہ دردِ الفت کا
غرض بیمار تیرے حشر تک بیمار رہتے ہیں

مجھے وحشت میں تیرے نقشِ پا سے رشک ہوتا ہے
سمجھتا ہوں کہ یہ بھی طالبِ دیدار رہتے ہیں

کسی کی نیم باز آنکھیں بوقتِ خواب کہتی ہیں
جو مستِ حسن ہیں ہر حال میں ہشیار رہتے ہیں

تڑپنے سے لحد میں پڑ گئے ہیں جا بجا رخنے
بہت مضطر تمہارے طالبِ دیدار رہتے ہیں

ہوا ہے اک بتِ ظالم سے ناتک عشق کا رشتہ
گلے میں اس لئے پہنے ہوئے زنار رہتے ہیں

نالے کب دل فگار کرتے ہیں
آپ کو ہوشیار کرتے ہیں

یہ نہ پوچھو کہ کیوں اسیر قفس
آرزوے بہار کرتے ہیں

آپ وعدے پر آئیں یا کہ نہ آئیں
ہم مگر اعتبار کرتے ہیں

دل سے فصل بہار میں میکش
ذکر مے بار بار کرتے ہیں

کرکے الفت کا میری اندازہ
ظلم وہ بے شمار کرتے ہیں

جان بھی دے اگر مریض غم
کب حسیں اعتبار کرتے ہیں

دیکھتے ہیں جو اُن کو گلشن میں
باغباں گل نثار کرتے ہیں

اُنکی فرقت میں لاکھوں سودائی
پیرہن تار تار کرتے ہیں

شب غم اور بھی تڑپ کے مجھے
دل جگر بیقرار کرتے ہیں

ہجر میں نانک اپنی عمر کے دن
ہر نفس ہم شمار کرتے ہیں

وہ اگر رسم محبت کم کریں
سورۂ اخلاص پڑھکر دم کریں

کیوں خیال گیسوے برخم کریں
ہم مزاج یار کیوں برہم کریں

آپ بیداد و ستم کیوں کم کریں
بدنصیبی کا گلہ ہاں ہم کریں

گل کا دامن رات کو ہو جائے نم
ہم جو گریہ صورت شبنم کریں

اے دل ناداں کسی کے مرگ کا — کیا غرض ہے انکو کیوں ماتم کریں
جنکا دل آئینہ ہے خود ساقیا — کس لئے وہ فکر جام جم کریں
مجھ اسیر زلف کا بعدِ فنا — حلقے سب زنجیر کے ماتم کریں
بے ثباتیِ جہاں مشہور رہے — کس لئے اے دل غم عالم کریں
چاک دامانی ہے جب تقدیر میں — منت دست جنوں کیوں ہم کریں
نام جس سے عشق کا تھا مر گیا — اب حسینوں سے کہو ماتم کریں
جب سمجھتے ہیں کہ مرنا ہے ضرور — پھر تمنا زیست کی کیوں ہم کریں

ہیں رشید خوش بیاں عرفیِ وقت
انکی کیا تعریف نا نکت ہم کریں

بدلی ہوئی جو باغ جہاں کی ہوا نہیں — پھولوں میں پھر یہ کیا ہے جو بوئے وفا نہیں
افسوس تھا ایسی کسی نے کہا نہیں — دنیا میں بڑھ کے عشق سے کوئی بلا نہیں
آوارگانِ دشت محبت تباہ ہیں — جز بیکسی و یاس کوئی رہنما نہیں
وہ دن مسافرانِ جہاں کو نہیں قیام — دنیا کو کون کہتا ہے مہماں سرا نہیں
تو آہ کر رہا ہے وہ ہے محو خواب ناز — اتنا لحاظ اے دل درد آشنا نہیں
صحت کبھی نہ ہوگی کہ بیمار عشق ہیں — کوئی بجز فنا کے ہماری دوا نہیں

وہ دمبدم جفائیں کریں یا ستم کریں
شکوے سے یاں زبان مری آشنا نہیں

یہ طرہ عذر ہے کہ وہ کہتے ہیں وقت قتل
ہم اسکو کیا کریں کہ تمہاری قضا نہیں

شاہد ہے میرے گریۂ غم کی شب فراق
مانند شمع آنکھ سے آنسو تھما نہیں

وہ گل ہوں میں کہ صبا کا نسیم بہار سے
باغ جہاں میں غنچۂ خاطر کھلا نہیں

روز جزا کا خوف ہے ناٹک تجھے عبث
تیری مدد کو کیا ترا مشکل کشا نہیں

کسی کے تیر مژگاں یوں ہماری دل میں رہتے ہیں
کہ جیسے راز پنہاں سینۂ بسمل میں رہتے ہیں

کسی کی زلف کے جو دھیان اپنے دل میں رہتے ہیں
پریشاں مثل دود شمع ہر محفل میں رہتے ہیں

مرے ارمان اس صورت سے میرے دل میں رہتے ہیں
تھکے ماندے مسافر جسطرح منزل میں رہتے ہیں

نہیں معلوم یہ کن ڈوبنے والوں کے ارماں ہیں
حباب آسا جو ہر دم دامن ساحل میں رہتے ہیں

لگا کر ناوک مژگاں وہ کرتے ہیں ستم ایسا
کہ بسمل کیطرح بیتاب یہ جاں دل میں رہتی ہیں

جو ایذا ہجر میں دل پر گذرتی ہی اٹھاتے ہیں
زباں سے کہہ نہیں سکتے کہ کس مشکل میں رہتے ہیں

تمہاری روی روشن کی صفائی جب سے دیکھی ہے
مثال آئینہ حیران ہر محفل میں رہتے ہیں

مٹے پر بھی مٹینگے یہ نشاں ہم اپنی ہستی کا
برنگ نقش پا رہتے ہیں جس منزل میں رہتے ہیں

مری لاشہ کو قاتل لیکے چل آہستہ آہستہ
ہزاروں زخم آرے بعد مردن دل میں رہتے ہیں

صدا بعد فنا پیہم یہ ہر مدفن سے آتی ہے
مسافر ہیں عدم کے گور کی منزل میں رہتے ہیں

تصور سے کسی کے دل کو بہلاتے ہیں ای نانک
بسر کرتے ہیں آسانی سے کب مشکل میں رہتے ہیں

رحم کو جا نہیں دیتا ہے سر ہو دل میں
سمجھا کیا ہے نہیں معلوم وہ بدخو دل میں

ہجر ساقی میں اشارہ ہے مری آنکھوں کا
خون رو دینگے اگر ہونگے نہ آنسو دل میں

شکوۂ درد جگر سنئے نہ غصہ کیجئے
سوچئے آپ ذرا بات کا پہلو دل میں

لوگ کہنے لگے سب حسرت و اندوہ کا گھر
ای خوشی آ کے جو مہماں نہ ہوئی تو دل میں

یوں میں تڑپوں گا کہ ہو جائیگا صد چاک جگر
یوں ہی ای درد جو کچھ دیر رہا تو دل میں

زندگی بھر نہ ہوا ہجر میں رونا موقوف
ساری ارمان مری بنگئے آنسو دل میں

جذب کا ہی یہ اثر بیٹھے ہو تم پہلو میں
ورنہ اعجاز ہے کوئی نہ ہی جادو دل میں

آپ جا دیکھتے ہیں شام و سحر اسے نانک
رات دن رہتی ہے یاد رخ و گیسو دل میں

کامل ہوا جو عشق رسالت مآب میں
مقبول ہو گیا وہ خدا کی جناب میں

ہوتا اگر نہ وہ رخ روشن نقاب میں
بڑھ جاتی خیرگی نگہ آفتاب میں

ترچھی نگاہ رہتی ہے ہر دم نقاب میں
مد نظر ہے قتل ہمارا حجاب میں

تصویر حسن آئینۂ دل پہ کھینچ لوں
بھولے سے بھی اگر وہ کبھی آئیں خواب میں

افسوس وصل دوست کا ارمان رہ گیا
بعد فنا بھی اس دل خانہ خراب میں

دیکھیں کہ طول کھینچے شب ہجر کس قدر
دیکھے ہیں ہم نے گیسوئے دلدار خواب میں

تم بھی لگا دو بڑھ کے جنازے میں میرے ہاتھ
منظور ہے شریک جو ہونا ثواب میں

صبر و قرار ہجر میں ہمراہ دل گئے
درد و الم نے ساتھ دیا اضطراب میں

پیکاں حضور آپکے ناوک کا رہ گیا
ارمان کی طرح دل خانہ خراب میں

کروٹ بدل بدل کے کٹی ہے تمام رات
کی ہے تڑپ تڑپ کے سحر اضطراب میں

اے جاں شب فراق میں تڑپا دیا مجھے
اٹھ اٹھ کے درد نے دل پر اضطراب میں

نانک ہزار حیف لڑکپن گذر گیا
ہمکو پھنسا کے پنجۂ عہد شباب میں

صدائیں دے رہا ہے یہ دل جانباز پہلو میں
خیال دوست خود ڈھونڈے مقام ناز پہلو میں

نہوتا اسطرح رسوا کبھی ہرگز زمانے میں
عوض دل کے اگر ہوتا کوئی ہمراز پہلو میں

ہزاروں عاشقوں کے دل کھینچے جاتے ہیں اس تاب
خدا جانے کشش ہے یا کہ ہے اعجاز پہلو میں

میان بزم اسکی شرگیں آنکھوں سے سب سمجھے
یقینی دل لئے بیٹھا ہے وہ دمساز پہلو میں

ہزاروں حسرت و ارمان رہا کرتے ہیں پوشیدہ
جسے سب دل سمجھتے ہیں وہ ہے ہمراز پہلو میں

وہ جب تلوار کو زیب کمر کرکے نکلتے ہیں
نظر آتے ہیں مجھکو موت کے انداز پہلو میں

وہ بیٹھا پاس جب میری فروغ حسن کے باعث
کرشمہ کوئی سمجھا ہے کوئی اعجاز پہلو میں

ہوے جاتے ہیں افشا راز الفت اف ری بیتابی
خداوندا یہ دل ہے یا کوئی غماز پہلو میں

میان بزم خاک شمع و پروانہ سے ہم سمجھے
ہوا ہے دفن اک جانباز کے جانباز پہلو میں

شب فرقت سحر کو اسکی خاموشی پہ روتا ہوں
مری آواز پر دیتا تھا جو آواز پہلو میں

ستمگر نے سر محفل فریب حسن سے ناتک
بنایا اسکو دیوانہ جو تھا ہمراز پہلو میں ؛؛

وفور داغ محبت سے لالہ زار ہوں میں
خزاں کا خوف نہیں جسکو وہ بہار ہوں میں

بڑا کریم ہے وہ بخش دیگا اے زاہد
بس اور کیا ہے یہی نہ گناہگار ہوں میں

اڑے دھوئیں کی طرح آسمان جو آہ کروں
زمانہ ہو تہ و بالا جو بیقرار ہوں میں

تلاش یار میں مٹکر بھی بیٹھتے اٹھتے
کہیں پہ نقش قدم ہوں کہیں غبار ہوں میں

شب فراق جو ای جاں تمہیں نہ یاد رہو
تو دیکھ لو ہمہ تن چشم انتظار ہوں میں

ازل سے عاشق و معشوق میں ہے ربط باہم
جو تم ہو گل چمن دہر میں بہار ہوں میں

تلاش دوست میں یوں خاک چھانی دنیا کی
کہ سر سے پاؤں تلک آلودہ غبار ہوں میں

کریگا کیا مری دیوانگی کا کوئی علاج
ہزار جان سے شیدای زلف یار ہوں میں

یہ اُن سے کہہ کے چلا مری ہمت تیر نظر | ہدف جگر کو بناؤں کہ دل کے پار ہو نہیں

ریاض دہر میں ناؔنک یہ رنگ ہے اپنا
کہیں پہ خار بنا ہوں کہیں بہار ہوں میں

و

تسکیں اگر نہ ہوگی دل بیقرار کو
جنبش رہے گی بعد فنا بھی مزار کو

کیا کیا دعا دوں برق تجلّی یار کو
بجلی بنا دیا ہے دل بیقرار کو

ناؔنک سمجھنگے بعد فنا بھی مزار کو
ہمراہ لیکے جائینگے تصویر یار کو

پہلے چھپایئے رُخ روشن کو زلف سے
گُل کیجئے پھر آپ چراغ مزار کو

اس کا مقام دامن دلدار چاہیئے
برباد کر چیا نہ ہماری غبار کو

آتی ہیں یاد اُنکو وفائیں پس فنا
حسرت سے دیکھتے ہیں وہ میرے مزار کو

جذبات شوق دید کی تاثیر دیکھئے
آنکھوں میں رکھکے لائی ہیں تصویر یار کو

قدموں پہ گرنے بڑھکے قیامت بھی آگئی
دیکھے تو کوئی شوخی رفتار یار کو

وہ بیکسی تھی دیکھ کے دشمن بھی رو دیئے
افسوس یوں مٹایا نشان مزار کو

کھلتی نہیں زبان اُمنڈتا نہیں ہے دل
کیا پوچھتے ہو حال شب انتظار کو

اللہ ری شوق دید کہ پتھرا گئی ہے آنکھ
تصویر کر دیا نگہ انتظار کو ؞؞

جاتے تو ہیں حضور مگر یہ بتائیے
روئیگا کون گریۂ بے اختیار کو

اب حسرتوں سے کوئی تعلق نہیں رہا
ناتک فنا کیا ہے دل بیقرار کو

غم اسقدر بڑھیں کہ جگر بھی فگار ہو
زخم اتنے دل میں ہوں کہ نہ جنکا شمار ہو

ڈر ہے نہ راز عشق کہیں آشکار ہو
ای چشم بزم حسن میں کیوں اشکبار ہو

اپنے شہید ناز کو اے شوخ یوں مٹا
خواب وخیال میں نہ نشان مزار ہو

وہ فاتحہ کو آئیں بنیں پھول نقش پا
قبر شہید ناز پہ تازہ بہار ہو

تم سے جو بیقراری دل کچھ بیاں کریں
انصاف سے کہو کہ تمہیں اعتبار ہو

بلبل خدا کے واسطے شور فغاں نہ کر
ڈر ہے نہ خواب ناز سے وہ ہوشیار ہو

دن تو تڑپ تڑپ کے کٹا دیکھئے حضور
کیونکر بسر ہماری شب انتظار ہو

جسطرح بعد دفن مٹی ہے مری لحد
برباد اسطرح نہ کسی کا مزار ہو

کہتی ہے نزع میں سر بالیں مری قضا
غافل یہ وقت خواب نہیں ہوشیار ہو

وحشت جنوں سے ہے تری وحشی کا یہ خطاب
دامن میں تار ہو نہ گریباں میں تار ہو

اسطرح پھر فاتحہ تربت پہ آئیں آپ
نقش قدم حضور کا شمع مزار ہو

آندھی اڑا رہی ہے جسے کوہی یار سے
ناتک کہیں وہی نہ ہمارا غبار ہو

غم گلشن نے کچھ ایسا کیا ہی ناتواں مجھکو
وگرنہ روک سکتیں کیا قفس کی تیلیاں مجھکو

نظر آئی بہار اور نگاہ گلشن میں خزاں مجھکو
دکھاتا ہی فلک ہر طرح کی نیرنگیاں مجھکو

بتایا یوں دل صد چاک کا میری نشاں مجھکو
دکھائیں دامن یوسف کی اُسنے دھجیاں مجھکو

پھرونگا گرتا پڑتا گرد کی صورت زمانے میں
اکیلا راہ میں چھوڑیں نہ اہل کارواں مجھکو

زمین قبر میں اگر چھپا ہوں ضد یہ ہی اُس سے
ستاتا ہی یہاں کسطرح دیکھو آسماں مجھکو

زباں پر آہ نالے لب پہ اور دل میں درد جمتا ہی
شب فرقت ملے ہیں کیسے کیسے مہرباں مجھکو

خیال آشیاں اب ہم صفیر و قتل کرتا ہے
چھری سے کچھ زیادہ ہیں قفس کی تیلیاں مجھکو

چمکتے جب زیادہ دیکھتا ہوں برق گردوں کو
تو بیتابی دل کا اپنے ہوتا ہی گماں مجھکو

جفا و جور پہ اُسکے جو میں خاموش رہتا ہوں
خدا کی شان ہے بت جانتے ہیں بیزباں مجھکو

حکایت پر اثر تھی طبع سنتے ہی بدل جاتی
اگر وہ اپنے دل کی کہنے دیتا داستاں مجھکو

سنا ہوگا مٹانا قبر کا اچھا نہیں ہوتا
یہی ہے نام کی صورت تو کردو بے نشاں مجھکو

ہوئے ہیں شیخ بھی نے پی کے بیخود اسطرح نانک
سمجھتے ہیں مرید حضرت پیر مغاں مجھکو

نگاہ لطف سے دیکھیں نہ کیوں اہل جہاں مجھکو
عطا کی ہی خدا نے ایسی پاکیزہ زباں مجھکو

جلاتا ہی ادھر ہر اک نفس سوز نہاں مجھکو
اُدھر کرتی ہی یاد اُس شعلہ رو کی نیم جاں مجھکو

کیا ہے عشق کے آزار نے یوں ناتواں مجھکو
زباں تک آہ کا آنا بھی ہوتا ہے گراں مجھکو

جدا جب سے ہوا دل دوستو راحت کہاں مجھکو
ہنسی اپنی نظر آتی ہے ہم رنگ فغاں مجھکو

وہ بلبل ہوں مجھے صیاد یہ شوق اسیری ہے
قفس میں بھی نہ آیا یاد اپنا آشیاں مجھکو

عدم سے جانب ہستی میں آیا عشق کے باعث
کہاں سے یہ دل پر شوق لایا ہے کہاں مجھکو

نہ نکلا ایک کے موہنہ سے ضعیف و ناتواں یہ ہے
کہ جاتے وقت بھولا ہے عدم کا کارواں مجھکو

خدا رکھے جنوں کو میرے پھر فصل بہار آئی
نظر آئیگا دامن تک گریباں دھجیاں مجھکو

میری جاں غیر کیسے عشق میں یہ بد گمانی ہے
ترے سایہ پہ بھی ہوتا ہے دشمن کا گماں مجھکو

قفس سے بعد مدت چھوٹ کر آیا تو کیا حاصل
نظر آتا نہیں اپنا چمن میں آشیاں مجھکو

خدا کا شکر ہے آتی نہیں طرز فغاں ناٹک
مری فریاد کرتی ورنہ رسوائے جہاں مجھکو

سے کہتے ہو شکوۂ ستم ناروا نہ ہو
اچھا نہ ہوگا جاؤ مری جاں خفا نہ ہو

اچھا چلو ہمیں سہی جھوٹے خفا نہ ہو
کرتے ہیں ایسا وعدہ نہیں جو وفا نہ ہو

صورت میں تیر ظلم کے شاید قضا نہ ہو
ترکش میں آپکے یہ میرا مدعا نہ ہو

انکی ہنسی ہے باعث تسکین اضطراب
ڈرتا ہوں میں کہیں یہ فریب وفا نہ ہو

شرمندہ نظارہ یہ کہتا ہے حشر میں
او چھپنے والے یاں بھی ترا سامنا نہ ہو

بیزار زندگی سے ہو ہمیں کوستے ہو تم
دیکھو کہیں میری لیئے یہ بھی دعا نہ ہو

گلشن سے چُن کے لایا ہے غنچے کوئی جبیں
ایسا کہیں مرا دل بے مدعا نہ ہو

موسیٰ اندھیری رات ہیں جاتے ہو طور پر
اتنا تو دیکھ لو کہ کوئی دیکھتا نہ ہو

ہر سمت ہو رہا ہے اندھیرا جہان میں
شاید چراغِ گورِ غریباں بجھا نہ ہو

نانک فراقِ یار میں دنیا سے باز آؤ
جاؤ وہاں جہاں پہ کوئی دوسرا نہ ہو

ہشیار ہو گئے نیند سے کوئی خفا نہ ہو
یوں محو نالہ اے دل درد آشنا نہ ہو

کیونکر کہوں جو راز کسی نے سنا نہ ہو
واں مجھ سے پوچھنا کہ جہاں پر خدا نہ ہو

جلدی نہ کرو وصل کے وعدے کو حشر میں
پھر شوخ لو زباں سے کہی کچھ کہا نہ ہو

تم بیقرار سن کے ہوئے جسکو بزم میں
وہ میرے ٹوٹتے ہوئے دل کی صدا نہ ہو

کوئی تو منتشر کرے زلفِ درازِ یار
آہ رسا ہو میری جو بادِ صبا نہ ہو

اک اک جفائے عشق ہے گویا جواب روح
میری طرح سے کوئی ستم آشنا نہ ہو

جو کام بجلیوں کا تھا سب کر کے گر چکیں
اب میرے غم کدے پہ نزول بلا نہ ہو

بیمار غم کے پاس سے اٹھے یہ کہکے دوست
بس اب دعا کا وقت ہے کوئی دوا نہ ہو

اے شوق بزم یار میں بیٹھوں کہاں یہ ہیں
جسکا ہے ڈر کہیں وہ ادھر دیکھتا نہ ہو

مرنا قبول اُن کا بگڑنا نہیں قبول — دم ہو لبوں پہ شکوۂ جور و جفا نہ ہو

مشق خرام ناز اور عاشق کی قبر پر — اس چال سے جہان میں محشر بپا نہ ہو

کچھ سوچ کر تمہارے بگڑنے سے خوش ہوں میں — مجھکو تو تب ملال ہو جب تم خفا نہ ہو

تم دل سے تیر کھینچ لو منظور ہے مجھے — اس شرط سے کہ ہاتھ کو جنبش ذرا نہ ہو

ناٹک نہ کر بتوں کی محبت کا اعتبار
جسکو سمجھ رہا ہے وفا وہ جفا نہ ہو

ایسا وحشت نے کیا بے سر و ساماں مجھکو — اب نہ بستر ہے نہ دامن نہ گریباں مجھکو

یہ صدا آج میں دیتا ہے ہزار ارماں مجھکو — اتنو ہے خانۂ دل خانۂ زنداں مجھکو

ہوں وہ بسمل جگر و دل میں چھپا کر رکھوں — لاکھ ایذا دے ترے تیر کا پیکاں مجھکو

آبلہ پا وہ ہوں خود پاؤں بڑھا دیتا ہوں — نظر آتا ہے اگر خار بیاباں مجھکو

اپنے دامن کیطرح چاک کروں تو وحشت — ہاتھ آجائے اگر حشر کا داماں مجھکو

خاک ہو جاؤنگا جلکے صفت پروانہ — نہ جلا پھر خدا اے غم پنہاں مجھکو

آپ سے میں ترے کوچہ میں نہیں آیا ہوں — کھینچ لائے ہیں یہانتک ترے ارماں مجھکو

آخری شب ترا رخ یاد جو آجاتا ہے — نظر آتی ہے سحر چاک گریباں مجھکو

اپنے انجام کا وحشیان ہی بہت روتے ہیں — نظر آجائے اگر گور غریباں مجھکو

مجھ سیہ بخت کو برباد کیا ہے جب سے
نظر آتی ہی پریشاں شب ہجراں مجھکو

ملتا ہے مبدۂ فیاض سے سب کو نانک
کیا تعجب ہے کیا ہے جو سخنداں مجھکو

یاد آیا جو چمن میں رخ جاناں مجھکو
باغباں باغ ہوا صورت زنداں مجھکو

وہ دکھاتے ہیں اگر خنجر براں مجھکو
صاف آتے ہیں نظر قتل کے ساماں مجھکو

دل جگر خاک ہوی جاتے ہیں جلکر ای عشق
پھونکے دیتا ہے یہ سوز غم پنہاں مجھکو

پھرتے ہیں چاک گریباں کیے لاکھوں وحشی
عشق گیسو میں جو دیکھا ہی پریشاں مجھکو

میں وہ عاشق ہوں گلا کاٹ کے مرجاؤنگا خود
نہیں منظور تری تیغ کا احساں مجھکو

دست وحشت کا برا ہو کہ بہار آتے ہی
کردیا مثل سحر چاک گریباں مجھکو

اُس مسیحا کیطرح موت بھی آزردہ ہے
جانتی ہے جو مریض شب ہجراں مجھکو

پھر بہار آئی ہوا جوش جنوں رت بدلی
لیچلا شوق اسیری سوی زنداں مجھکو

گل وشبنم کیطرح ربط ہے میرا اُسکا
خندہ زن ہوتا ہی وہ دیکھ کے گریاں مجھکو

ہای اُسوقت عیادت کو مری آتے ہیں
جب سمجھتے نہیں وہ قابل درماں مجھکو

حسرتوں نے تو کیا سخت پشیماں نانک
کیا دکھاتا ہے مگر دیکھیے ارماں مجھکو

شب فراق میں دل ڈھونڈھتا ہی دلبر کو
عجب طرح کی مصیبت ہی جان مضطر کو

نشاں مٹادیا مری لحد کا آخر کار
پس فنا بھی کدورت رہی ستمگر کو

وہ حسن ہی کہ ٹھہرتی نہیں نظر اپنی
کہاں ہے تاب کہ دیکھیں جمال دلبر کو

مزہ ہے رنج اُٹھانے کا دیکھیں کہتا ہوا
کوئی ستم سے نہ روکے سر ستمگر کو

جو لکھ دیا ہے کم و بیش ہو نہیں سکتا
بُرا کہے کہ بھلا آدمی مقدر کو

کوئی خدا کیلئے اتنا چرخ سے پوچھے
ملا کے خاک میں کیا ملگیا ستمگر کو

مری جنوں کی ہے اس درجہ ہر طرف شہرت
چھپا کے رکھتے ہیں دامن میں کوہ پتھر کو

ترے شہیدوں کی حسرت یہی ہوا ی قاتل
بنائیں طوق گلو آج تیرے خنجر کو

عزیز و دوست کسی کا کوئی نہیں ہوتا
عجب طرح کی مصیبت ہے اہل محشر کو

جو چاہتے ہو کہ نانک سخن کی داد ملے
سناؤ شعر غزل کے کسی سخنور کو

آہ پروانہ سوز آز ما ہو
ہستی شمع محفل فنا ہو

لب پہ بیمار کے کیوں گلا ہو
چارہ گر ہجر میں گر قضا ہو

موت آسے اگر یوں مزا ہو
سر بکف میں وہ تیغ آزما ہو

تاک کر تیر مارو جو دل پہ
کیوں نشانہ مری جاں خطا ہو

وہ مسیحا جو بالیں پہ آکے
آئے کیونکر نہ شکوہ زباں پر

زہر بھی دے تو مجھکو دوا ہو
جب ستم مجھ پہ بے انتہا ہو

ترسے اُن کے ہاتھوں سے ناکت
زہر بھی مجھکو آبِ بقا ہو

جو پہ تو گل رخسار یار پیدا ہو
تو دل کے آئینہ میں کیا بہار پیدا ہو

کبھی جو باغ میں آئیں جعد و سنبل ہم
خرام ناز سے طرفہ بہار پیدا ہو

دل اس حسین کا سدا صاف ہی رہے مجھ سے
اس آئینہ میں نہ یار یہ غبار پیدا ہو

وفا کی عہد سے نفرت رہی سدا تم کو
کہو وہ بات کہ کچھ اعتبار پیدا ہو

خیال یار ہو یا شمع ہو کہ دل میرا
شب فراق کوئی غمگسار پیدا ہو

ہر ایک نقش قدم مثل گل کرے پیدا
وہ چال چل کہ چمن میں بہار پیدا ہو

وہ کہہ رہے ہیں یہ ناکت لگا کر گیسو
کسی طرح تو مجھے انتشار پیدا ہو

بغش کے آگیا جو ہوش تیرہ دل گیر کو
سر ہٹا کر اس نے زانو پر رکھا شمشیر کو

کیا عجب تسبیح کا پائیں جو دیوانے ثواب
گنتے ہیں سو بار ایک ایک دانہ زنجیر کو

ہوتا ہے محو تصور دل کہ آجاتی ہے نیند
رکھ کے ہم پہلو میں سوتے ہیں تری تصویر کو

اُف ری میری شوقِ گیسوے دراز و جنوں
توڑ کے سو بار پھینکا پاؤں کی زنجیر کو

سامنے سے ہٹ گئے دشمن کلیجہ تھام کر
ایسی بیدردی سے کھینچا دل سے اُس نے تیر کو

رات بھر جل جل کے سر رکھتا ہے پائے شمع پر
باوفا پروانہ کہنا چاہیے گلگیر کو

روتے ہیں دربانِ زنداں وہ صدا ہے دردناک
ہوتی ہے جنبش جو میرے پاؤں کی زنجیر کو

کر کے نظارہ کیا بیکار قاتل دیکھ لے
پی گیا آنکھوں سے میں آب دمِ شمشیر کو

آج دکھلا دو مرے دل کو قدر انداز یاں
ہاں اُڑا دو دوسرے ناوک سے پہلے تیر کو

مر گئے ہم قصۂ دیوانگی طے ہو گیا
اب تو کٹوا دو ہمارے پاؤں کی زنجیر کو

ساتھ لیجاؤنگا ناوک قبر میں یار رشید
رکھ لیا ہے اپنے دل میں میں نے اپنے پیر کو

رنگ اُڑ جانے سے سمجھا ضعف کی تاثیر کو
رو دیا بہزاد جب کھینچا مری تصویر کو

پاؤں کو جنبش نہ زنداں میں ہوئی ضعف سے تھا
مر گئے ہم غل کی حسرت رہ گئی زنجیر کو

تم وہ ہو پہلو میں ہم کو بیٹھنے دیتے نہیں
ہم وہ ہیں یاں دل میں جگہ دی ہو نگہ کے تیر کو

مر گیا فرہاد اس تیشے سے زخمی کر لیا
خون کا دریا بہایا خوب ہوئی شمشیر کو

رہ گئے سب پھر کے دیوانے نکلتے ہیں کہاں
چھو لیا چھپنے تیرے دروازہ کی زنجیر کو

تو ہے نازک اور کھچنے زخم کی ہے سخت راہ
کس طرح مشکل نہ ہو چلنا تری شمشیر کو

جو حسیں ہیں سادگی بھی اُنکی دیتی ہے مزا
رنگ و روغن سے علاقہ کیا تری تصویر کو

اہل ہجراں سب سمجھ جاتے ہیں رات آخر ہوچکی
سُنکے فرقت میں ہماری نالۂ شب گیر کو

حلق کے نیچے اوترنے دیتے کیونکر وقت ذبح
پلٹتے دیکھا خون میں آب دم شمشیر کو

دل میں رکھکر لائینگے خاطر ہیں منظور ہے
پھینکو دو دکھ کر، کون لاتا ہے ہماری تیر کو

قید خانہ میں ہماری بیکسی نے بعد مرگ
حلقۂ ماتم بنایا حلقۂ زنجیر کو

بند جب آنکھیں کرونگا یہ تصور کی ہے مشق
کھینچ لونگا دل پہ نانک یار کی تصویر کو

ہ

سامنے آئے اگر اے روے دلبر آئینہ
غیر ممکن ہے نہ ہو حیران و ششدر آئینہ

رہتا ہی پیش نظر اُنکے برابر آئینہ
کیوں نہ ہو اپنے نصیبے کا سکندر آئینہ

صاف کب ہی زینت کی جانب سے دلبر آئینہ
دل ہی ہر پہلو سے عاشق کا سراسر آئینہ

چاہتا ہوں سرو کی دریا میں دیکھوں لیا
چاہیئے ہے قد جاناں کے برابر آئینہ

نام حق سے مصحف رخ کی تلاوت ہو شروع
تم اُٹھا لو آج بسم اللہ کہہ کر آئینہ

گیسوؤں کا عکس لہراتا ہے موجوں کی طرح
ہوگیا اے بحر خوبی اک سمندر آئینہ

جو صفائی اسمیں ہے وہ اسمیں ہو سکتی نہیں
تیرا چہرہ خود ہے آئینے سے بہتر آئینہ

عاشقوں کے دل کے آئینے تجھے کافی ہیں حسن کو
تو نہ گر ایجاد کرتا اے سکندر آئینہ

شیشۂ دل میں ہے عکس روئے جاناں جلوہ گر
رکھ لیا ہے میں نے آئینے کے اندر آئینہ

ساتھ موج زلف کے پڑ جائے گر ابرو کا عکس
ہو بلا تشبیہ اک دریائے خنجر آئینہ

عشق سے میرے پتہ چلتا ہے انکے حسن کا
جسطرح ہو لازم و ملزوم جوہر آئینہ

دیکھ لینگے عکس اسمیں جلوۂ محبوب کا
ساقیا میرے لیے ہے ایک ساغر آئینہ

صاف دل کی کیفیت کہتی ہے جا کے ہیں حضور
ہو گیا سب حال بس بس بندہ پرور آئینہ

دل کے سو ٹکڑوں میں سو جلوے ترے آئے نظر
بن گیا سو آئینے صد پاش ہو کر آئینہ

جب ہنسی میں اسکو اپنے دل سے دیتا ہوں مثال
پھینک دیتے ہیں وہ اے نازک اٹھا کر آئینہ

نوک مژہ یار ہے نشتر سے زیادہ
تیز ابرو ہے خمدار ہے خنجر سے زیادہ

کیوں ملتا ہے اے دل تو تونگر سے زیادہ
ملتا نہیں انساں کو مقدر سے زیادہ

جب سے کہ مزہ غم کا پسند آیا ہے دل کو
الفت ہے اسے شوخ ستمگر سے زیادہ

خار الم درد ہے زخم جگر میں
رہ رہ کے کھٹک دیتے ہیں نشتر سے زیادہ

اے دل نہ ترس آئیگا ان سنگدلوں کو
سختی میں یہ بت ہوتے ہیں پتھر سے زیادہ

بیداد و ستم جور و جفا تیرے او ظالم
بڑھ کر ہیں کہیں چرخ ستمگر سے زیادہ

آپ انصاف کریں مجرم اُلفت میں ہوں
تو نہ آیا شب وعدہ تو نہ آیا نہ سہی

اور تحریر بھی ہے آپکی تحریر کے ساتھ
رات بھر چین سے سویا تری تصویر کے ساتھ

لاکھ وہ قطع کریں رسم تعلق ناز کت
سلسلہ دل کا رہے زلف کی زنجیر کے ساتھ

ی

عاشق مزاج نازکت اک مرد با خدا ہے
ظاہر بتوں کا بندہ باطن میں پارسا ہے

ای روح پوچھ لے تو پھر اس مری قضا ہے
وہ ذبح کر کے مجھ کو کیوں ہاتھ مل رہا ہے

پوچھینگے اہل محشر قاتل کا نام کیا ہے
کہہ دونگا سر جھکا کر مجرم مری وفا ہے

اب ضبط غم کی طاقت رخصت ہے میرے دل سے
ای درد دل بتا دے آخر کچھ انتہا ہے

مشکل ہوا ہے مجھکو اب سانس کا بھی لینا
ظالم تری ہنسی نے بے چین کر دیا ہے

طاقت نہیں زباں میں باقی رہی سخن کی
اب ہم سے پوچھتے ہیں کیا تیرا مدعا ہے

تیرے ستم کو یارب ہر وقت ہو ترقی
ہچکی کے ساتھ میری یہ آخری دعا ہے

دنیا کا بھی تعلق اُمید پر ہے قائم
اے روح تھم خدارا وہ مجھ تک آ رہا ہے

آئینہ لوگ سمجھیں مجھکو ہو دل کا دھوکا
صدمے ہزار جانیں یہ کسکا نقش پا ہے

محفل میں آنکی جلنے کیوں شمع پہ نظر کی
زخم جگر میں سوزش پہلے سے بھی سوا ہے

نانک بتوں سے پوچھو کہ دینگے اپنا بندہ
واعظ سے چلکے پوچھو کہدیگا پارسا ہے

سحر کو ہم ہیں مشکل روز ہجراں دیکھنے والے
کہیں ہم بھی نہ ہو جائیں اسی کی طرح دیوانے
بنا ہے سینہ رشک خلد اتنے داغ حسرت ہیں
قسم دیدے کے پوچھو قیدیوں میں اف نہیں کرتا

مبارک اُنکو جو ہیں روئی مہ باناں دیکھنے والے
یہ کہتے ہیں مرا چاک گریباں دیکھنے والے
ادھر بھی دیکھ او سیر گلستاں دیکھنے والے
ابھی موجود ہیں سب اہل زنداں دیکھنے والے

نہیں ڈرتے وہ نانک مرکے مدفن کے اندھیرے سے
جو ہیں تاریکی شبہائے ہجراں دیکھنے والے

وہ سب ستم کئے ستم روزگار نے
گلشن میں ایسا رنگ جمایا بہار نے
ہوتا ہے یہ عیاں نگہ انتظار سے
آب کرم سے داغ گنہ دھو دئے مرے
پتھرا کے رہ گئی نہ ہٹی در سے پھر نگاہ
بعد فنا وہ عاشق شیدا کے سوگ میں
کہنا یہ اصغر حسین سے تو جا کے نامہ بر

لکھے تھے جو نصیب میں پروردگار نے
بدلا نیا لباس ہر اک گلعذار نے
القدہ ویر انتظار کیا انتظار نے
روز جزا میں رحمت پروردگار نے
کھینچا کچھ ایسا طول ترے انتظار نے
سنتے ہیں آج بیٹھے ہیں گیسو سنوار نے
نانک کی جان لی ہے ترے انتظار نے

ہے پاس ضبط ہمکو ہجر میں نالہ نہیں کرتے
کرو تم ہمکو رسوا ہم تمہیں رسوا نہیں کرتے

دل درد آشنا کو خوگر ایذا نہیں کرتے
تم اے نانک کسی کے عشق میں اچھا نہیں کرتے

خفا ہوتے ہیں سنکر کسلئے فرقت کا افسانہ
مقدر کا گلا ہے اُنکا کچھ شکوا نہیں کرتے

نہ نکلا تنگنائے دہر میں ارماں کوئی دل کا
مگر شکوہ ترا اے وسعت صحرا نہیں کرتے

ہمارا دامن تر دامن ساحل کا ہمسر ہے
رواں کب دیدے ہم آغوش میں دریا نہیں کرتے

دوبارہ نوح کے طوفاں کا ساماں ہو دنیا میں
سنبھل اے دیدۂ تر اس طرح رویا نہیں کرتے

نہ خواہش کی جمال دوست کی پھر کیسے عاشق تھے
تمنا دید کی یوں حضرت موسیٰ نہیں کرتے

ہزاروں حسن بخشیں دیدئے کھینچیں چارہ گر لیکن
جو ناوک دلمیں گھر کرتے ہیں پھر نکلا نہیں کرتے

چلے آئے ہیں قسمت سے ذرا اے درد دل تھم جا
سنا دوں قصۂ غم روز وہ آیا نہیں کرتے

ہمارے دلمیں رہتا ہے کوئی ہم ایسے مجنوں ہیں
کبھی اے قیس فکر محمل لیلیٰ نہیں کرتے

ادائیں ہیں نرالی حسن کی جلوہ نمائی کی
چھپے بیٹھے ہیں پردہ میں مگر پردا نہیں کرتے

صفائی قلب کی یوں کام آئی ہے محبت میں
وہ دلکو دیکھکر پھر آئینہ دیکھا نہیں کرتے

نہیں وہ ذبح کرکے دیکھنا پچھتائینگے نانک
ہماری زندگی میں جو ذرا پروا نہیں کرتے

کروں میں ضبط کچھ مشکل نہیں ہے
مگر وہ جور سے غافل نہیں ہے

تپاں کب یہ دل بسمل نہیں ہے
مگر پہلو میں وہ قاتل نہیں ہے

دل وحشی کا اے جاں روک لینا
ہمیں مشکل تمہیں مشکل نہیں ہے

دل عاشق کی آہوں کا دھواں ہے
یہ اے لیلی تری محمل نہیں ہے

ہے اپنی بات اپنی جان کے ساتھ
تمہارا وعدہ باطل نہیں ہے

تمہیں انصاف سے کہدو مری جان
تمہاری ہر ادا قاتل نہیں ہے

نظر آئیگی ہر جانب ادا اسی
اگر وہ صاحب محفل نہیں ہے

ہماری سخت جانی کی ہے تقصیر
خطا اے خنجر قاتل نہیں ہے

مٹائے سے نہیں مٹتے کا قاتل
خط قسمت خط باطل نہیں ہے

مرا دل ہر نفس سینے میں اے جاں
تمہاری یاد سے غافل نہیں ہے

مٹے پر بھی وفا کی بو رہے گی
یہ میرا دل ہے تیرا دل نہیں ہے

برا ہو ناتوانی کا وگرنہ
کچھ ایسی دور تو منزل نہیں ہے

سوائے شکر احساں لب پہ ناناک
کبھی کچھ شکوۂ قاتل نہیں ہے

اٹھاؤنگا اگر میں ناز قاتل تیری خنجر کے
ہمارا شوق دل کہتا ہے ہر دم کام [illegible] کے

نکل جائینگے سب ارمان میری [illegible] کے
ترا [illegible] نشان [illegible] کر گئے

تری محفل میں ساقی کون ایسا مست آیا ہے
نکل جاتی اسی صورت سے حسرت میری دل کی
تری محفل میں ساقی ہیں وہ برگشتہ مقدر بھی
تمہاری ہجر میں یا ہر دم لبیاں ہے صدمے اجل
یہ باعث ہے کہ ظلم و جور کا شکوہ نہیں کرتے
میرے افسوس ہے تیری رات دن شمار رہتی ہیں
ستارے ہیں کہ شب بھر فرقت افلاک تیری ہیں گردش پر
جیو ہیں پھر دیکھو ادھر ادھر محشر بپا ہو گیا دم میں
الٰہی خیر کرنا ہجر کی یہ رات آئی ہے

برابر چل رہے ہیں دور پیہم دور ساغر کے
اگر ارماں مری نکلے جائیں آنسو دیدۂ تر کے
مری قسمت سے شیشے ہو گئے افسوس پتھر کے
بیاں کیا کیجئے ارمان اپنے قلب مضطر کے
ترے عاشق مسیحا ان غلط میں ہیں روز محشر
تری میخواری ساقی نہیں محتاج ساغر کے
مسیحا ان ہیں بیمار ہیں ہمارے قلب مضطر کے
یہ فتنے اور یہ ہنگامہ ہیں یا تری چشم فسوں گر کے
سحر کی مشکل دیکھی تھی ابھی فرقت میں در در کے

بہت اچھا کیا تو یہ جو میخواری سے کی نا اکت
ملینگے اس کے بدلے بعد مرنے جام کوثر کے

وہ نہ صحت پا سکا عیسیٰ کے بھی اعجاز سے
ہو گئیں جب چار آنکھیں اس بت طناز سے
سوچتا ہوں عشق میں کس کو بناؤں ہم نفس
ہو چکا محشر بپا مردے بھی زندہ ہو چکے

جو کہ زخمی ہو گیا تیر نگاہ ناز سے
دیر تک دیکھا کیا ہم کو عجب انداز سے
خود ہی ہیں واقف نہیں ہوں اپنے دل کے راز سے
آپ کی رفتار سے اور آپ کے اعجاز سے

دیدہ و دانستہ یہ دل جس کا بندہ ہوا
گو کہ تھی انجام پر اسکی نظر آغاز سے

خفتگانِ خواب کو آگے ہو اس سے کیا اُمید
حشر برپا کر دیا جس نے خرامِ ناز سے

جذبۂ اُلفت کا اثر کیا اُسپہ ہو وعدہ کی شب
جسکو روکا ہو نزاکت نے زیادہ ناز سے

آبِ حیواں سے سکندر کیوں پھرا ناکامیاب
کچھ اگر واقف بھی تھے تو خضر ہی اس راز سے

زلف چہرے سے ہٹا کر تم بھی تو دیکھو ذرا
شمعِ محفل بجھتی ہے تمکو کس انداز سے

ہاتھ سینے سے ہٹا لو بڑھتی جاتی ہے کھٹک
تم ابھی واقف نہیں ہو مری دلکے راز سے

مثلِ موسیٰ کیوں نہ غش آجاتا اے نانک مجھے
جلوۂ جاناں تھا بڑھکر برق کے انداز سے

ستم نیا ہو کوئی مجھ سے ناتواں کے لیے
یہ ظلم کہنہ تو ہے دو آسماں کے لیے

مہک رہا ہے اسیرِ چمن کی تربت پر
جو چند پھول اُٹھائے تھے آشیاں کیلئے

تیرے نثار ہیں اے دود آہ ہجر کی شب
اِک آسمان ہے اور آسماں کیلئے

وفورِ رنج و الم نے کیا ہے وہ لاغر
کہ سانس بھی ہے گراں جسمِ ناتواں کیلئے

قفس میں رہ کے اثر کی تلاش اے نالو
خود آگ لینے چلے اپنے آشیاں کیلئے

مٹے ہوؤں کا رہِ عشق میں پتہ کیسا
بھٹکتے پھرتے ہیں یوسف بھی کارواں کیلئے

وفورِ شوق میں سینے سے ہاتھ اٹھائے ہوئے
چلا ہوں کوچۂ قاتل میں امتحاں کے لیے

نیا ہے حکم یہ صیاد کا اسیروں کو
قفس میں گوشہ کوئی ڈھونڈھیں آشیاں کیلئے

ہزاروں جھک گئے سر شوق ذبح تو دیکھو
اُٹھائی تیغ کسی نے جو امتحاں کیلئے

دل و جگر تو ہوئے نذر ناوک جاناں
اب اور کیا ہو مدارات میہماں کیلئے

غم فراق میں کیونکر نہ روؤں جی بھر کے
لہو ہے دل کا مری چشم خونفشاں کیلئے

فسانۂ غم فرقت بیاں ہو کیونکر
کہ یہ مزے تو بنے ہی نہیں زباں کیلئے

نہ کیوں ہو ناز کہ ہے لکھنؤ وطن میرا
اثر سخن کا ہے نانک مری زباں کیلئے

دکھا دی شکل کوئی اُنکے آستانے کی
کہ ہمکو فکر ہے تقدیر آزمانے کی

ادا بتاتی ہے ہر گل کے مسکرانے کی
کہ خیر اب نہیں بلبل کے آشیانے کی

ہیں سرد آہوں سے کیونکر بجھاؤ دل کی لگی
نہیں یہ شمع ہواؤں سے جھلملانے کی

قفس سے چھٹنے کی اُمید ہی نہیں ہے صبا
خبر ہمیں سنکے کروں کیا بہار آنے کی

ہمیں بنے ہیں خود اپنے فراق کے باعث
ہمیں ہے کوششیں خود کی ہیں ناز اُٹھانے کی

رُلا رُلا کے اُمیدوں کا خون کیا تم نے
یہی تو وجہ ہے سرخ آنسوؤں کے آنے کی

فنا کے بعد قیامت کا سامنا ہوگا
خبر ہے گور غریباں ہیں اُنکے آنے کی

وہ دل جلا ہوں سدا دود آہ سوزاں سے
سیاہ رہتی ہیں دیواریں قید خانے کی

مٹایا نام مرا قتل کرکے عالم سے
اب اُنکو ضد ہے نشان لحد مٹانے کی

وہ ہنس کے کہتے ہیں لو موسم بہار آیا
نئی ادا ہے یہ دیوانوں کے ستانے کی

میں کیا اُمید کروں کاندھا دوگے لاش کو تم
نہ سنبھلیں زلفیں کبھی بے نیاز کی سے شانے کی

نہ پوچھو وصل کی شب سرگزشت درد فراق
دلاؤ یاد نہ بھولے ہوئے فسانے کی

بھلا وہ دل کو مری پائمال کیا کرتے
یہ ساری چالیں تھیں نقش وفا مٹانے کی

جو آہ آئیگی لب تک زمانہ ہوگا تباہ
کرو نہ ضد کسی بیکس کے دل دُکھانے کی

میں باوفا ہوں کہ آنکھوں میں دم رکیگا مرا
خبر نہیں ہے جو اک بیوفا کے آنے کی

حباب تھا بنا ہوں شکل تراب کچھ بھی نہ تھا
حقیقت اتنی ہے دنیا کے کارخانے کی

بچے دل اُس بت عیار فن سے کسطرح نانک
کہ جسکو یاد ہوں عیاریاں زمانے کی

تمہارے ہجر نے ہر دم ستم ستا کے مجھے
کیا ہلاک نظر سے نظر ملا کے مجھے

رہینگے مرکے بھی یا شکوے تیری جفا کے مجھے
تمام عمر دیئے رنج انتہا کے مجھے

نہ جو کہا ایسا سلایا فسانہ آکے مجھے
تھکے تمام احبا جگا جگا کے مجھے

جو دیکھا طالب دیدار شکل موسیٰ ہوں
تو اُسنے کردیا بیہوش رخ دکھا کے مجھے

لحد میں بھی نہیں چین اہل بیر نانکوں
ستاتے ہیں مرا شانہ ہلا ہلا کے مجھے

ہوں تو وہ ظلم کا ہوتی ہے تیز مجھ پہ نظر
وہ مشق کرتے ہیں ناوک لگا لگا کے مجھے

امید وصل ہو کیونکر جسے ہو ایسا حجاب
حیا سے دیکھ سکے جو نہ آنکھ اٹھا کے مجھے

اسیر تازہ ہوں جو چاہیے ستم کیجیے
جفائیں سہنے کے پر قاعدہ سکھا کے مجھے

دکھا دیا یہ اثر چشم مست ساقی نے
رہا نہ ہوش نظر سے نظر ملا کے مجھے

ٹپکتے دیدۂ جوہر سے خون کے آنسو
کسی کی تیغ جو روتی گلے لگا کے مجھے

جو دھیان آئیگا میری وفا کا اے ناکت
ملیں گے دست تاسف بہت مٹا کے مجھے

بوقت نزع یوں توڑا طلسم خاموشی میں نے
کہ دی ہچکی کے لہجے میں صدا آخری میں نے

بڑھا دی اور شام ہجر کی کچھ بیکسی میں نے
تڑپ کر درد دل میں اس طرح سے جان دی میں نے

اٹھایا صورت موسیٰ پیا لطف تجلی میں نے
کہ ہر ذرہ میں دیکھی انکے رخ کی روشنی میں نے

سیئے جاتے ہیں زخم دل کے مو بہ طرفہ عداوت سے
ہوا حکم زباں بندی اگر کچھ بات کی میں نے

جنوں کے جوش میں باقی رہا کچھ پاس رسوائی
نہیں کی اپنے ہاتھوں سے کبھی جامہ دری میں نے

غضب سے ناوک مژگاں کی آفت بڑھتی جاتی ہے
خدا حافظ ہی کی دشمن سے اپنے دوستی میں نے

اڑا دیتا ہے ہنس ہنس کر وہ ظالم کیا قیامت سے
جو کوئی بات مطلب کی کبھی اس سے کہی میں نے

گرائی ہے جو میری آہ نے بجلی نشیمن پر
ادھر دیکھی نہ تھی کچھ پھیلتے پھر کو روشنی میں نے

خبر کسی کو نہ تھی فرقت میں میری اضطرابی کی
زمانہ ساتھ میرے روتا تھا یوں صبح کی میں سے

آشنا نہ ہوں وہ دلبر ہجر میں جو کچھ گزرتی تھی
کیسی بیدردی سے کہہ دی داستان غم کہی میں نے

تری آنکھوں کی مستی میں جگر کے داغ شاہد ہیں
کہ جا کر مسجدوں میں کی ہے شب کو روشنی میں نے

جنازے پر مرے آئے ہوئے ہیں وہ یہ کہنے کو
خدا سے داد لونگا ہاں بہت کی ہے ہنسی میں نے

وہ اے ناتک عداوت سے مجھے بدنام کرتے ہیں
سوائے دوستی کب کی کسی سے دشمنی میں نے

فریاد ہے اسی سے یہ مجھ بیگناہ کی
زیبا صلا ہے داد جو بیداد خواہ کی

منہ پھیر کے کریم نے جو کرم کی نگاہ کی
پرسش ہوئی نہ پھر تو کسی کے گناہ کی

کہتی ہے صاف صاف ادا اس نگاہ کی
صورت آگئی ہے آج کسی بیگناہ کی

یارب نہ ہو جو جوش پہ بحر کرم ترا
کشتی کبھی نہ پار ہو اہل گناہ کی

نکلا نہ زیست میں کوئی ارمان وصل کا
کہتی ہے بعد مرگ یہ حسرت نگاہ کی

ناطاقتیں ہیں وادی وحشت میں ہر قدم
کرتی ہے رہبری مری خود گرد راہ کی

ناتک نے راز عشق چھپایا حضور خوب
گو مر گیا مگر نہ کبھی منہ سے آہ کی

جو عاشق دل سے ہیں روئے جاناں دیکھ ہی لینگے
جنوں جنکو ہے وہ زلف پریشاں دیکھ ہی لینگے

مصیبت جھیلکر راحت کے ساماں دیکھ ہی لینگے
مٹائی نا امیدی سو طرح سے دل کی حسرت کو
نہ کم ہوگی اگر دیوانگی زلفوں کے عاشق کی
قفس میں کہتی تھی رو رو کے یہی صیاد سے بلبل
پھر [illegible] کر وہ دونوں پہلوؤں کو چاک کرتے ہیں
سمجھتی سے اپنی آپکی زلفوں کے دیوانے
جنھیں مشق تصور ہے انھیں [illegible] کی کیا حاجت
جنوں میں قطع کرکے سلسلہ قید سلاسل کا

اگر زندہ رہے کچھ دن تو ہم جاناں دیکھ ہی لینگے
جو قسمت میں لکھا ہے روز جاناں دیکھ ہی لینگے
تو سب ٹکڑے دامان و گریباں دیکھ ہی لینگے
گلوں سے عشق ہے اک دن گلستاں دیکھ ہی لینگے
ہمیں یہ ضد ہے تیرا روئے پنہاں دیکھ ہی لینگے
جو زندہ ہیں بلا سے شام ہجراں دیکھ ہی لینگے
کبھی ہم اپنے دل میں شکل جاناں دیکھ ہی لینگے
کسی صورت سے ہم وحشی بیاباں دیکھ ہی لینگے

وہ ناداں ہیں نہ کچھ دفن و کفن کا حال اے نانک
ترے لاشے پہ آکر سارے ساماں دیکھ ہی لینگے

عاشق مردہ کو ٹھوکر سے جلانے کے لیے
مضطرب ہے برق بھی انکے جلانے کے لیے
انکے دل میں جو کدورت ہے عیاں ہو جائیگی
ہے عیاں اس بزم میں سوز و گداز حسن عشق
شعلہ رو تربت پہ میری اور تو کوئی نہیں

آئے ہیں شان مسیحائی دکھانے کیلئے
تنکے رکھتے ہیں جو ہم آشیانے کیلئے
جب نشان قبر آئینگے مٹانے کیلئے
شمع ہے پروانہ ہے جلنے جلانے کیلئے
ہاں مگر اک شمع ہے آنسو بہانے کیلئے

حق اگر پوچھو تو پتھر کا کلیجہ چاہیے
ان بتوں کے غمزۂ بیجا اٹھانے کیلئے

خفتگان خاک چونک اٹھے قیامت آگئی
آہ بانگ صور تھی گویا زمانے کیلئے

وای قسمت شام ہی سے آج ایسی نیند آگئی
آئے تھے ہم دل کا افسانہ سنانے کے لیئے

سنگ در پر سے سر اٹھانا نہیں ہے مدعا
راہ پیدا کی ہے قسمت آزمانے کے لیئے

وہ تو کہیے رک گئے آنسو ہمارے ہجر میں
کم نہ تھے یہ نوح کا طوفاں اٹھانے کے لیئے

جب قفس میں پوچھتا ہوں برق سی آئی کدھر
صاف کہتی ہے کہ تیرے آشیانے کے لیئے

المدد اے آرزوے وصل جاناں المدد
جاتا ہے ناتک مقدر آزمانے کے لیئے

سیر تو ملک عدم عاشق کو دکھلاتے ہوئے
آپکے گیسو تا کمر آ پہونچے بل کھاتے ہوئے

آپکے وعدے کا کچھ اس درجہ ہوتا ہے یقیں
رات کٹ جاتی ہے ساری دلکو بہلاتے ہوئے

ہم سے پوچھے کوئی انکی آئے فصل شباب
ہمنے باغ حسن میں دیکھی بہار آتے ہوئے

تیرہ بختی نے نہ چھوڑا ساتھ بعد مرگ بھی
داغ دل بجھنے لگے سب قبر تک جاتے ہوئے

زلزلے عالم میں سو سو بار آکر تھم گئے
کسنے دیکھا ہے مری دلکو قرار آتے ہوئے

عشق کو اب تک سمجھا ہمنے گو عاشق رہے
عمر ساری گزری اس گتھی کو سلجھاتے ہوئے

کیا خبر تھی ہمکو عشق زلف میں ہوتا ہے کیا
ہمنے دیکھا ہی نہ تھا پہلو سے دل جاتے ہوئے

اُنکے ہاتھوں سے لگا تھا تیر دھیان اسکا رہا	آہی بھی احباب تو کچھ ہمکو سمجھاتے ہوئے
اُسنے اتنا تو کہا ہوتا کہ مرتا ہے کوئی ،	شرم آئی جاؤ گو زخم دکھلاتے ہوئے
تمنے ناتک آکے دہلی میں کہی ایسی غزل	شاعروں کے ہوش اُڑتے ہیں یہاں آتے ہوئے

تڑپ تڑپ کے فراق جاناں میں ہمنشیں ! یوں سحر ہوئی ہے
گذاری شب کروٹیں بدل کر ادھر کی دنیا اُدھر ہوئی ہے
بتائیں کیا تم کو ہجر کی شب تڑپ کے کیونکر بسر ہوئی ہے
خدا ہی اس حال سے ہے واقف کہ جسطرح سے سحر ہوئی ہے
جنوں کا جوش اور موسم گل ، وہ قید ہستی وہ عشق کا کل
نہ پوچھ اے ہمنشیں خدارا کہ عمر کیونکر بسر ہوئی ہے
ہٹا کے رخسار سے وہ گیسو ، ادا سے کہتے ہیں مسکرا کر
ذرا کوئی اسطرف بھی دیکھے کہ آج کیسی سحر ہوئی ہے
کئے ہیں قتل اُس نے اتنے عاشق شمار جنکا ہے غیر ممکن
نہ پوچھو ہم سے یہ مختصر ہے ، ادھر کی دنیا اُدھر ہوئی ہے
ہمارے درد جگر کی حالت نفس کی ہے کشمکش سے ظاہر
کہ تن سے جان حزیں کی رخصت برائے عزم سفر ہوئی ہے

طویل ہے داستاں کہوں کیا میں بستر غم پہ مضطرب تھا
خدا خدا کر کے رات گذری تڑپ تڑپ کے سحر ہوئی ہے
خبر نہ تھی بخت بد سے نانک جو بعد مرنے کے پیش آیا
مٹے پہ بھی خاک قبر اپنی چہار سو در بدر ہوئی ہے

ساقی نے لطف سے جو نظر یار کی
عزت زیادہ ہو گئی مجھ بادہ خوار کی

کرتا ہے سجدے شکر کے مستی میں پی کے مے
ہے میکدے کے در پہ جبیں بادہ خوار کی

ساقی شراب سامنے سب کے پیا نہ کر
ڈر ہے نظر لگے نہ کسی بادہ خوار کی

زاہد سے باتیں کرتا ہے اللہ ری شوق مے
آنکھیں ہیں میکدے کی طرف بادہ خوار کی

حوران خلد دیتی ہیں جام مئے طہور
عزت ہے ساقیا یہ ترے بادہ خوار کی

ساقی کا پھر گیا چہرے کی آب و تاب
رنگت وہ اب کہاں ہے رخ بادہ خوار کی

کھولا ہے باب میکدہ توڑی ہے مہر خم
ساقی نے آج سن کے صدا بادہ خوار کی

ساقی خبر لے ٹوٹے نہ رشتہ حیات کا
اب ٹوٹنے لگیں ہیں رگیں بادہ خوار کی

غنچوں کو اس نے دے کے مئے آتشیں کا جام
بھڑکا دی اور آگ دل بادہ خوار کی

زاہد نے سچ کہا مئے احمر حرام ہے
رنگت یہی ہے خون دل بادہ خوار کی

پھوٹ آئیں کلیاں باز دے بلبل میں باغباں
آمد سنی قفس میں جو فصل بہار کی

طول اسکا دیکھ دیکھ کے کہتے ہیں سب مریض
آیا ہوا ہے ساری زمانہ میں زلزلہ
ساقی پلا شراب سوی قبلہ ہے گھٹا
گیسو کسی کے آج کمر تک پہنچ گئے

شاید سحر نہیں ہے شب انتظار کی
حالت نہ پوچھیے آپ دل بیقرار کی
رحمت شریک حال ہے پروردگار کی
حد ہوگئی تمام شب انتظار کی

نانک تمہارے دامن دل کی ہو خیر بس
گلشن میں آرہی ہے سواری بہار کی

پہلے حضور پرسش تقصیر چاہیے
فرقت میں پھر نہ زیست بہ تدبیر چاہیے
آیا بتوں کی شکل کا دل میں مرے خیال
پھر وحشیوں کا اپنے کرینگے وہ امتحاں
رہتا ہے جسکا دل میں مرے ہر گھڑی خیال

پھر مجھ پہ ماں عشق کو تعزیر چاہیے
تسکین دل کو آپکی تصویر چاہیے
کعبہ میں اس طرح کی تصویر چاہیے
مجنوں کی اسلیے انھیں تصویر چاہیے
آنکھوں کے سامنے وہی تصویر چاہیے

نانک کسی کے ظلم کا شکوہ نہ بیٹھ کے کر
رہنا خموش صورت تصویر چاہیے

کب سینہ میں دل صورت بسمل نہیں رکھتے
کہتے ہیں یہی راہرو کوچۂ الفت

پر تجھ سے گلا ہم کوئی قاتل نہیں رکھتے
تربت کے سوا خواہش منزل نہیں رکھتے

سو ٹکڑے کیے فصل بہار آئے جو دیکھی
دیوانے ترے پارسا اسل نہیں رکھتے

جو شمع صفت جلتے ہیں ہر بزم میں جا کر
کب عشق وہ اے صاحب محفل نہیں رکھتے

پھرتے ہیں بگولے کی طرح دشت میں ہر سو
آوارۂ الفت کوئی منزل نہیں رکھتے

کیوں بند کفن کھولتے ہیں قبر میں احباب
منہ ہم تو دکھانے کے بھی قابل نہیں رکھتے

کیا جانے کیسے وہ ستمگار ہیں ناٹک
سر تن سے جدا کرتے ہیں بسمل نہیں رکھتے

گو پریشاں اے صبا گیسوے دلبر ہو گئے
عاشقوں کے پھر مشام جاں معطر ہو گئے

ہم گرفتار محبت پہنچے ہیں اس وقت آہ
اے اسیرو بند جب زنداں کے سب در ہو گئے

وصل کی امید پھر عشاق کے دل کو ہوئی
حسرت و ارماں سے پھر آباد یہ گھر ہو گئے

خون ناحق کا قیامت میں ہمیں دعویٰ نہ تھا
وہ تو تجھے سفاک پھر شرمندہ کیونکر ہو گئے

اسنے یوں بخشا کرم سے اپنے اس ناچیز کو
دیکھکر حیران سارے اہل محشر ہو گئے

عاشقوں پر اسقدر جور و ستم تم نے کیے
خلق میں مشہور آخر تم ستمگر ہو گئے

جسطرف دیکھا ادا سے ہو گئے لاکھوں ہلاک
ابروے دلدار بہر قتل خنجر ہو گئے

دور ہوتے ہی کدورت کے صفائی آ گئی
دل کو آئینہ بنا کر ہم سکندر ہو گئے

صورت ابرو کشیدہ ہی رہے تا زندگی
وہ بگڑ جاتے ہیں عاشق کا مقدر ہو گئے

آئی وہ گور غریباں کیطرف کس ناز سے
شوخیِ رفتار سے سامان محشر ہو گئے

وہ جو مل جاتے کہیں نانک تو اتنا پوچھتے
آپ کیوں آزردہ ہم سے بندہ پرور ہو گئے

نشان حسرت و غم کوچۂ قاتل سے ملتا ہے
یہاں کا ایک اک ذرہ ہمارے دل سے ملتا ہے

مبارک موت کو دل ڈوبتا ہے بحر اُلفت میں
سفینہ ڈوبنے والوں کا کب ساحل سے ملتا ہے

زمانے کا یہی دستور ہے کیوں مجھ سے کھنچتے ہو
مریں جاں آدمی سے آدمی دل دل سے ملتا ہے

ابھی تک موجیں اُسکے غم میں سر اپنا ٹپکتی ہیں
غریق بحر اُلفت کا پتہ ساحل سے ملتا ہے

سر عشاق ہوتے ہیں جدا ہر روز مقتل میں
خطاب سرفرازی کوچۂ قاتل سے ملتا ہے

ہے وقت نزع رخصت ہو رہی ہیں حسرت و ارماں
جو کوئی مجھ سے ملتا ہے تو کوئی دل سے ملتا ہے

زمیں پر عاشقوں کے خون ناحق کی ہے گلکاری
نشاں جنت کا ہمکو کوچۂ قاتل سے ملتا ہے

یقینی آج کوئی آبلہ پھوٹا ہے کلیجے کا
کہ میرے آنسوؤں کا رنگ خونِ دل سے ملتا ہے

حیات جاودانی جانتے ہیں قتل ہونے کو
اثر آب بقا کا خنجر قاتل سے ملتا ہے

اجل سے پوچھتے ہم کوچۂ قاتل میں جا پہونچے
کہ منزل کا پتہ خود سالکِ منزل سے ملتا ہے

ہیں گاہک لاکھ نانک دل کسے دوں سخت حیرت ہے
حسیں تو سیکڑوں ہیں باوفا مشکل سے ملتا ہے

ہے گیسو سے خیال دل ناشاد بھی ہے
قید بیکس کو کیا تھا مری جاں یاد بھی ہے

دام گیسو بھی عجب دام ہے جس کا محبوس
نام کو قید بھی ہے قید سے آزاد بھی ہے

آپ کی چشم کی گردش نے سکھائیں چالیں
گردش چرخ کا آخر کوئی استاد بھی ہے

کھینچ کر دیکھ تو ای شوخ ذرا ناوک کو
تیر کے ساتھ ہمارا دل ناشاد بھی ہے

غم فرقت کبھی مہماں کبھی امید وصال
خانۂ دل مرا ویراں کبھی آباد بھی ہے

خیر احباب تو رو دیتے ہیں تعجب یہ ہے
کہ مری لاش پہ گریاں مرا جلاد بھی ہے

نہ کھنچا ایک سے نقشہ ترا اللہ رے حسن
سرنگوں شرم سے مانی بھی ہے بہزاد بھی ہے

ڈھلگی وصل کی شب خوب رہے گی باہم
تم بھی پہلو میں ہو میرا دل ناشاد بھی ہے

تیری گردن پہ مرا خون ہے ای حسرت دل
مدعی میں بھی ہوں خنجر بھی ہے جلاد بھی ہے

کیا کہوں حال دل زار مسلسل نانک
جابجا بھول گیا ہوں کہیں کچھ یاد بھی ہے

دل مانگتے پہ کیسے چتون بدل گئی
اک بات اتفاق سے مونھ سے نکل گئی

آ کر کسی کی حسن سے طبیعت سنبھل گئی
صورت کسی کی دیکھ کے رنگت بدل گئی

دیکھا جو آج جوبن ترا حسن دلفریب
قاصد کی میری طرح طبیعت بدل گئی

ای شوخ تیرے پھول سے عارض کے سامنے
گل کیا چمن کی دیکھ کے رنگت بدل گئی

رشکِ مسیح آپ کے بیمارِ ہجر کی
سینے پہ ہاتھ رکھتے ہی حالت سنبھل گئی

ٹھکرا کے بعد دفن مٹایا مرا مزار
اتنی کدورت آپ کے دل کی نکل گئی

تشریف لائے وہ جو عیادت کے واسطے
آئی ہوئی اجل مرے بالیں سے ٹل گئی

توبہ شکست ہو گئی فصلِ بہار میں
مجھ رند بادہ نوش کی نیت بدل گئی

کھینچا اڑا کے تیر کو قاتل نے اس طرح
پیکاں کے ساتھ جان ہماری نکل گئی

چپ چاپ جو اسیر تھے وہ تڑپتے ہیں آج کل
رت جو بدل گئی تو طبیعت بدل گئی

ناناک جو وہ مسیح عیادت کو آ گیا
دل ہو گیا بحال طبیعت سنبھل گئی

انقلابِ دہر ہے یا گردشِ تقدیر ہے
الفتِ گیسوئے جاناں پاؤں کی زنجیر ہے

کس طرح تڑپوں کہ آتا ہی ہر دم خیال
خانۂ دل میں مرے مہمان تیرا تیر ہے

آ گئے ہیں دیوانگانِ عشق یوں روزِ جزا
ہاتھ میں اک خوں شدہ دل پاؤں میں زنجیر ہے

کہہ گئی اک بات گو دیوانگی میں ضعف تھا
دل کے ٹکڑے پاؤں میں ہر حلقۂ زنجیر ہے

جوشِ الفت ہائے توبہ مجھے حیرت کر دیا
جس طرف کو دیکھتا ہوں یار کی تصویر ہے

آتا ہی اس شان سے محشر پہ دیوانہ ترا
طوقِ گردن میں ہے زہری پاؤں میں زنجیر ہے

ہے ازل سے شیفتہ خود جس کا نقاشِ ازل
میرے دل میں اس سراپا حسن کی تصویر ہے

دیکھنے والوں کو ہو جاتا ہے سودائے جنوں
میری صورت ہی کہ اک حضرت نما تصویر ہے

زندگی گذری مگر نانک میں پڑھ سکتا نہیں
خط پیشانی سے بڑھکر یار کی تحریر ہے

نقشے نہ پوچھ حضرت دل انتظار کے
تصویر بن گئے ہیں تصور میں یار کے

رونگی بیکسی پہ مری پھوٹ پھوٹ کر
شب بھر تھمیں گے اشک نہ شمع مزار کے

کہتا ہوں میں نہ مجھسے کھچیں آپ اسقدر
ٹوٹیں گے آسرے دل امیدوار کے

توبہ کرینگے دم لو ذرا، ٹھہرو، واعظو!
دو گھونٹ رہ گئے ہیں مئے خوشگوار کے

داغوں سے باغ باغ جگر و دل الم سے زرد
اسمیں خزاں کے لطف ہیں اسمیں بہار کے

وہ مجھکو پوچھتے ہیں تو کہتا ہے اضطراب
یہ بھی ہیں ساتھیوں میں دل بیقرار کے

مشکل تو کوئی دوست میں رہنے دی اے صبا
پیچھے پڑی ہے کیوں مرے مشت غبار کے

نانک یہ جتنے ظلم ہوں یکبار ہوں حضور
جور و ستم یہ خوب نہیں بار بار کے

دم بیتابی فرقت جو ہونٹوں تک فغاں آئے
نظام دہر برہم ہو صدائے الاماں آئے

لگا دی آگ پانی نے ہمارے آشیانے میں
چلے جو اوس کے قطرے وہ بنکر بجلیاں آئے

یہ کہکر اٹھ گیا بالیں سے میری چارہ گر آخر
کہا بسنے روز تازہ دار وئے درد نہاں آئے

خدا معلوم انکا شوق کیا تھا کیا تمنا تھی
بتا دیتے ہیں تدبیر ای دل حل مشکل کی
دیا ہی حکم خاموشی تو ای صیاد تبلا دے
وفور جذب کا احسان ہوئے ہیں نہ بھولینگے
رہ امید سے یعقوب کی نظریں نہیں ہٹتیں
جنون عشق میں دوری منزل کا اثر کیسا
چمن میں نغمہ بلبل پہ پھولوں کو ہنسی آئی
الٰہی ختم ہوگی جذبہ دل کی کہاں کوشش
نکلوا دیجیے گا بے تکلف بزم عشرت سے
اجل تقدیر پہ اپنی لہو روتی ہوئی پلٹی

ہیں یوسف دیار مصر میں جو کاروان آئے
کسی کا نام بھی ہمراہ آفت کے تازہ بان آئے
قفس میں کیا کروں کیا میں جو یاد آشیان آئے
بڑی مشکل سے اس در تک مریض ناتوان آئے
کہ شاید مصر کی جانب سے کوئی کاروان آئے
خیال دوست میں چلکر نہ پہنچے ہم کہاں آئے
بھلا کیا ہو جو یہ بجلی قریب آشیان آئے
کہ دنیا سے عدم تک ڈھونڈنے انکا نشان آئے
مرے لب تک اگر بھولے سے غم کی داستان آئے
دم آخر سر بالیں جو وہ آرام جان آئے

شرر اٹھیں ترقی پہ ہو پھر سوز نہان نانک
قریب آشیان گر آتش گل کا دھوان آئے

قریب انزع بالیں پہ اگر وہ جان جان آئے
صدا دی برق نے ہنسکر کہ بسم اللہ بسم اللہ
خیال دوست میں جتنی ہو تنہائی وہ بہتر ہے

رگوں میں روح دم لیکر یہ پوچھے تم کہاں آئے
کسی گلزار میں جب ہم بنانے آشیان آئے
ہماری دشت غربت میں نہ کوئی کاروان آئے

ارے پروانے جلتا ہی تو جل لیکن یہ بتلا دے
بھلا کیا ہو جو چشم شمع محفل تک دھواں آئے

ادا نے ناز نے ہر دوست دشمن پہ اثر ڈالا
وہ محفل ہو گئی کچھ اور محفل تم جہاں آئے

کچھ ایسی لگ گئی تھی دل پہ اپنے درد ہجراں سے
میان حشر بھی ہم لیکے چشم خونفشاں آئے

تقاضائے محبت کہہ رہا ہے ہم سے فرقت میں
کہ دم نکلے مگر شکوہ نہ انکا تا زباں آئے

خدائی بھر میں ہنستے جسکو دیکھا رو دیتا ہے
عجب حسرت کا دل ہم لیکے زیر آسماں آئے

سوا اللہ کے انکا اثر انسان کیا جانے
وہ نالے جو نکل کر دل سے سوئے لامکاں آئے

خدا معلوم تیغ ناز اب کسکی تمنا ہو
دعائیں مدتوں کی تھیں کہ وقت امتحاں آئے

یہ حسرت ہے آسماں بھی رو دیا ناکامیابی پر
پلٹ کر کوچۂ قاتل سے جب ہم نیم جاں آئے

چمن آئینہ تھا میرے نشیمن کی تباہی کا
ہوا کے جھونکے بھی بنکر بلا ہی آسماں آئے

تمہارے عشق کا انجام بہتر ہوگا اے نانک
خدا کا نام لیکر جانب کوئے بتاں آئے

یوں ترے زلف کے قیدی کی بسر ہوتی ہے
رات بھر آہ و فغاں کرکے سحر ہوتی ہے

زلف و عارض کی حقیقت کا خلاصہ یہ ہے
کچھ عجب رنگ کی یہ شام و سحر ہوتی ہے

جسقدر کاٹتی ہے روز گلوئے عشاق
اسقدر تیز تری تیغ نظر ہوتی ہے

حسرت قتل نکلتی نہیں افسوس کبھی
ناز کی انکی سر حق میں سپر ہوتی ہے

تیر پڑتے ہیں ہزاروں جگر و دل پہ مرے
بس یہی اُنکی توجہ کی نظر ہوتی ہے

کیا کہوں آپ سے میں لذّت بیتابیٔ دل
کچھ عجب کیفیت درد جگر ہوتی ہے

خود کہے دیتی ہیں یہ نیچی نگاہیں اُنکی
نہیں چھپتی جو محبّت کی نظر ہوتی ہے

وقت مشکل وہی امداد کریگا میری
جسکو عالم میں ہر اِک دل کی خبر ہوتی ہے

دل جلے جب شب فرقت میں فغاں کرتے ہیں
مونھ سے جو آہ نکلتی ہے شرر ہوتی ہے

عاشق زلف تعجّب سے یہی پوچھتے ہیں
کیا شب ہجر کی عالم میں سحر ہوتی ہے

اپنے پہلو میں وہ دلدار ہے جب سے نانک
عیش و آرام سے ہر لحظہ بسر ہوتی ہے

شمع و تیرے تصوّر کو مرا دل چاہیئے
ایسی لیلیٰ کیلئے ایسی ہی محمل چاہیئے

عشق کے صدمہ مونھ پیا ہی جا ضبط کامل چاہیئے
صدمۂ فرقت اٹھانے کیلئے دل چاہیئے

فصل گل آجائے گلشن میں تو چلکر دیکھ لیں
دیکھنا کیفیت اہل سلاسل چاہیئے

ٹھہر تو بعد فنا بھی ہے یہ عالم میرا ای اجل
اپنی اپنی گور اپنی اپنی منزل چاہیئے

میرا دل حاضر ہے جلنے کو تمہاری بزم میں
روشنی کیواسطے گر شمع محفل چاہیئے

اپنی صورت دیکھنے کے وہ اگر مشتاق ہیں
دیکھنا انکو میرا آئینہ دل چاہیئے

ای دل بسمل اگر لطف شہادت ہے تجھے
ہر دہان زخم سے تعریف قاتل چاہیئے

میری وحشت کا جو تمکو امتحاں منظور ہے
دوسرا وحشی کوئی میرے مقابل چاہیئے

پہلے اپنی زلف کو آراستہ کر لیجئے
دیکھنا پھر حال پابند سلاسل چاہیئے

سوز غم سے ناتک ان سنگدل رخوں کے ہجر میں
چپکے چپکے رونا مثل شمع محفل چاہیئے

پھری نظر جو تری چارہ گر نہیں ہوتی
ہمیں شکایت درد جگر نہیں ہوتی

کھلا یہ گور غریباں کا حال بعد فنا
یہاں کسی کو کسی کی خبر نہیں ہوتی

جفائیں ہوتی ہیں اتنی قفس میں بلبل پہ
کہ اسکو جان کی اپنے خبر نہیں ہوتی

تپ فراق سے جل جل کے خاک ہوتا ہوں
مثال شمع مگر چشم تر نہیں ہوتی

عیاں ہے شام جدائی کے طول سے اے دل
یہ رات وہ ہے کہ جس کی سحر نہیں ہوتی

مجھے حضور کا ہے ایسا پاس رسوائی
شب فراق میں بھی چشم تر نہیں ہوتی

ہٹا کے زلف سے اپنے رخ سے دیکھو تو
اندھیری رات میں کیونکر سحر نہیں ہوتی

علاوہ خوبی قسمت سے چارہ گر ناتک
کسی کے درد کی جسکو خبر نہیں ہوتی

دل وحشی تو تری زلف گرہ گیر میں ہے
ہاں مگر پاؤں مرا حلقۂ زنجیر میں ہے

نظر آتا ہے وہ اک شعلۂ سرکش سب کو
خون بسمل کا جو قطرہ تری شمشیر میں ہے

آپ آزردہ نہ ہوں آپ سے مطلب کیا ہے
ادھر آ کوہ و بیاباں میں بھٹکنے والے
موت کی شکل نظر آتی ہے جانبازوں کو
گو مقامات جدا عہد جدا ہیں لیکن

ستم چرخ کا شکوہ مری تحریر میں ہے
جادۂ راہ عدم سایۂ شمشیر میں ہے
مثل آئینہ چمک یار کی شمشیر میں ہے
پاؤں سر سے جو ٹوٹے تو ایک ہی زنجیر میں ہے

ہم بھی سر دینے کو طیار ہیں دل سے نا تاک
آج تلوار جو دست جفا پیشہ میں ہے

پہلے تو اپنی چشم کو بینا کرے کوئی
میرا سا پہلے صبر تو پیدا کرے کوئی
خود فصل گل میں اپنا گریباں ہے تار تار
وحشت میں جیب ہاتھ گریباں کا نشاں
کس سے ہو درد آبلہ پائی کا تذکرہ
ڈرتا ہوں میں وہ آتے نہیں اس خیال سے
مجھکو بنا دے میرا تحیر وہ آئینہ
مانا کہ ہے قریب رہ منزل مراد
اے رہروان ملک عدم یہ روا روی

پھر اسکے دیکھنے کی تمنا کرے کوئی
ملنے کا پھر حضور سے دعوی کرے کوئی
دست جنوں کو مفت نہ رسوا کرے کوئی
کیونکر نہ چاک دامن صحرا کرے کوئی
کیا کیا بیاں مصیبت ہجرا کرے کوئی
کوچے میں قبر کی نہ طلب جا کرے کوئی
پیش نظر رہوں تجھے دیکھا کرے کوئی
تھک جائیں پاؤں ضعف سے تو کیا کرے کوئی
بیٹھے نہیں ہزار پکارا کرے کوئی

نانک وہ بدمزاج بھی ہے حیلہ جو بھی ہے
ملنے کی خاک اُس سے تمنّا کرے کوئی

کہتے ہیں وہ کہ راز نہ افشا کرے کوئی
ہو دل ہی بیقرار تو پھر کیا کرے کوئی

دیکھا مجھے فراق میں گریاں تو یہ کہا
بیفائدہ کسی کو نہ رسوا کرے کوئی

رو رو کے خاک اُڑا کے غمِ ہجرِ یار میں
دریا کو دشت دشت کو دریا کرے کوئی

مجبور ہیں جو چاہے ستم کیجیے حضور
جب دل پہ اختیار نہ ہو کیا کرے کوئی

قاتل شہیدِ تیغِ تغافل کے حشر تک
اُٹھتے نہیں ہزار اُٹھایا کرے کوئی

اتنی کبھی کی بندہ نوازی سے ہے اُمید
مثل کلیم ہم سے پہ دا کرے کوئی

دم ہے نزع پہ جان کہ قصّہ تمام ہو
لیکن نہ انتظار مسیحا کرے کوئی

بڑھتا ہی جاتا ہے مشکل سے جنوں قید ہو نکالو
زنداں کا ورنہ جنوں کے ادب اگر کرے کوئی

نانک نہ پوچھے جب وہ ستمگار حال دل
انصاف سے کہیں کہو پھر کیا کرے کوئی

جلوہ دکھا کے کیوں مجھے روپوش ہو گئے
موسیٰ تھے وہ جو طور پہ بیہوش ہو گئے

افسانہ غم کا سن کے وہ خاموش ہو گئے
ہم اس ادا کو دیکھ کے بیہوش ہو گئے

زنداں میں پہنچ کی جو بیاں غم کی داستاں
اتنا اسیر روئے کہ بیہوش ہو گئے

بدلا نیا لباس چمن میں بہار نے
گلشن میں نخل جتنے تھے گلپوش ہو گئے

آمد جو فصل گل کی سنی اہل باغ نے
پیدا طبیعتوں میں نئے جوش ہو گئے

بلبل کی داستاں پہ گلوں کا ہوا یہ حال
سننے کے واسطے ہمہ تن گوش ہو گئے

جلوہ تمہارے حسن کا دیکھینگے ہم ضرور
موسیٰ نہیں جو طور پہ بیہوش ہو گئے

پایا وہ لطف باغ میں فصل بہار سے
رنج و الم خزاں کے فراموش ہو گئے

غربت میں ناتک اتنا زمانہ ہوا ہے مجھے
اہل وطن بھی دل سے فراموش ہو گئے

دیکھنا قبر سے جب مر و نہ ہم آغوش مجھے
یاد کرنا نہ بھرا سے وعدہ فراموش مجھے

جوش وحشت میں رہے یا نہ رہی ہوش مجھے
انکی صورت نہ کبھی ہوگی فراموش مجھے

روز وہ دل کو جلاتے ہیں ستم کرتے ہیں
شمع کیطرح سے دیکھا ہی نہ خاموش مجھے

گلشن دہر میں جب فصل بہار آتی ہے
زاہد اتو نہ کبھی کہتے ہیں مے نوش مجھے

خم کے خم پیتا ہوں صدقے میں تری زلفوں کے
ساقیا کہتے ہیں سب رند بلانوش مجھے

حیف ہے تاب نظارہ نہ رہی مثل کلیم
دیکھکر جلوہ جاناں نہ رہا ہوش مجھے

بعد مرنے کے بڑھائی مری عزت ناتک
لیگئے قبر تک احباب سر دوش مجھے

عجب یہ سوز الفت کا اثر ہے — لگی ہے آگ دل میں چشم تر ہے

تپاں سینے میں دل اب اسقدر ہے — کہ پہلو سے نکل جانے کا ڈر ہے

چلے ہیں بیکسی کو ساتھ لیکر — کب اپنا اور کوئی ہم سفر ہے

نہ کیوں ہو فتنۂ محشر بھی پامال — قیامت قامت بیداد گر ہے

ہنسیں سب اہل محفل تو ہو گریاں — بڑا اندھیر اسے شمع سحر ہے

مری جاں اڑ کے پہنچے گا خط شوق — صبا سے بڑھکے کوئی نامہ بر ہے

کہیں کس سے گذرتی ہے جو دل پر — ہماری بس نہیں کچھ خیر ہے

لگی ہے آگ دونوں پہلوؤں میں — ادھر دل اسطرف سوزاں جگر ہے

جو دیکھے گا غش آجائیگا اس کو — چراغ طور ہر داغ جگر ہے

بدلتے ہو جو شب بھر کروٹیں تم — ہماری بیقراری کا اثر ہے

جہاں نے آنکھوں میں ہے اندھیر تاک

خفا جس دن سے وہ رشک قمر ہے

وہ آئے عجب چال چلتے ہوئے — دلوں کو کف پا سے ملتے ہوئے

ترے ہجر میں اک زمانہ ہوا — لٹے ہیں سوز الفت سے جلتے ہوئے

وہ کہتے ہیں دل کو مرے چھین کر — چلے جایئے ہاتھ ملتے ہوئے

وہ جوشِ محبت سے رونے لگے
جو دیکھا مرا دم نکلتے ہوئے

نہ بیمارِ فرقت کو دیکھا کبھی
شبِ غم میں کروٹ بدلتے ہوئے

جوانی میں پیری کا آیا خیال
کبھی دھوپ دیکھی جو ڈھلتے ہوئے

فلک دیکھ کر رشک سے جل گیا
مرے دل کے ارماں نکلتے ہوئے

اگر آ گئی چشمِ تر جوش پر
دکھا دیں گے دریا اُبلتے ہوئے

مزاجِ ستمگر کا دھیان آگیا
جو دیکھا زمانہ بدلتے ہوئے

دمِ نزع ہٹ جاؤ بالیں سے تم
نہ دیکھو مرا دم نکلتے ہوئے

بھڑکتی رہی غم کی سینے میں آگ
نکلتے رہے اشک جلتے ہوئے

عجب سیر تازہ ہے نانک چلو
ذرا میکدہ تک ٹہلتے ہوئے

ناوک لگا کے شوق سے قاتل نکال لے
اس طرح سے مگر کہ مرا دل نکال لے

یہ اہلِ کارواں کو زلیخا کا حکم ہے
یوسف کو ڈھونڈھ کر سرِ منزل نکال لے

اے ناخدا خدا کے لئے بحرِ عشق میں
بہرِ قیام دامنِ ساحل نکال لے

ٹھہرے نہ امتحاں میں ترے عشق کے کوئی
ایسا کوئی طریقۂ مشکل نکال لے

حلقے میں انکی زلف کے ہیں سیکڑوں دل اسیر
تو اپنے دل کو ڈھونڈھ کے غافل نکال لے

مجنوں کا دم گھٹے نہ اُسے دید کا ہے شوق — محمل سے موتھ تو صاحب محمل نکال لے
اے خضر شوق وادیِ اُلفت میں ڈھونڈھ کر — رہنے کو اپنے تو کوئی منزل نکال لے

نانک یہ پوچھنا ہے مجھے اُس حسین سے
وہ کیا کرے کہ جسکا کوئی دل نکال لے

یہود تھے کہ مسلمان تھے کہ کافر تھے — مگر حضور کے بندے تمام آخر تھے
کرشمے چشم فسوں ساز کے وہ ظاہر تھے — کہ جسکو دیکھکے عاجز تمام ساحر تھے
دلوں کے حال نگاہوں سے صاف ظاہر تھے — ہمیں ہر ایک کو محفل میں بار خاطر تھے
ستم اُٹھائے جفائیں سہیں ستمگر کی — ہزار شکر کہ ہم اپنے دل پہ قادر تھے
ہوئے کلیم عبث اُسکے طالب دیدار — کہ جسکو دیکھنے سے اہل ہوش قاصر تھے
کھلا طلسم جہاں آنکھ بند ہوتے ہی — سرائے دہر میں جو آئے تھے مسافر تھے
سبب تڑپنے کا کیوں مجھسے پوچھتے تھے کبھی — حضور حالت قلب و جگر سے ماہر تھے
فراق میں کسی پہلو قرار کیا آتا — کہ چاک چاک جگر تھا شکستہ خاطر تھے

بتوں کے عشق میں بیخود تھے ایسے اے نانک
خبر نہ تھی کہ مسلمان تھے کہ کافر تھے

کب وہ خود چھوڑتے ہیں جنکو وفا آتی ہے — تیرے کوچہ کے چھوڑانے کو قضا آتی ہے

تیغ قاتل اسے کب طرز وفا آتی ہے
موت کو تفرقہ انداز ادا آتی ہے

بادہ نوشوں پہ جو ہوتی ہے خدا کی رحمت
ساقیا جانب میخانہ گھٹا آتی ہے

جب میں کہتا ہوں کہ آؤ گے مری لاشے پر
ناز سے کہتے ہیں وہ میری بلا آتی ہے

میں عجب طرح کی مشکل میں ہوں ہجر کی شب
نہ وہ پاس آتے ہیں میرے نہ قضا آتی ہے

جب میں کہتا ہوں نقاب اٹھاؤ رخ روشن سے
کچھ عجب ناز سے کہتے ہیں حیا آتی ہے

تیغ قاتل کے ہر اک خم کو گل جانتے ہیں
گلشن دہر میں جس جس کی قضا آتی ہے

فاتحہ پڑھ کے مری قبر پہ فرماتے ہیں
خاک سے اسکی ابھی بوئے وفا آتی ہے

نہ زباں صاف ہے نانک نہ پڑھا لکھا ہوں
سچ تو یہ ہے کہ غزل پڑھتے حیا آتی ہے

شمع کو پروانے کا فانوس میں غم چاہیے
ہمکو در پردہ مرے مرنے کا ماتم چاہیے

درد جس سے دور ہو کوشش وہ ہر دم چاہیے
زخم دل کیواسطے تیرا مرہم چاہیے

آکے بہلا ہی شب فرقت دل بیتاب کو
ای خیال یار مجھکو ایسا ہمدم چاہیے

دور ہے کیسا کہاں کا جام ای بادہ کشو
فرقت ساقی میں ہر دم چشم پر نم چاہیے

مجھکو کعبہ کی زیارت کیلئے پھر دیکھو
اسے بتو تھوڑا سا آب چاہ زمزم چاہیے

یوں کہینگے حشر میں احمد سے اہل معصیت
چشم الطاف اسطرف شاہ دو عالم چاہیے

عاشق شمشیر نازکت جانکر کہتے ہیں لوگ
تجھکو رونے کے لئے ماہ محرم چاہیے

درد کی شدت دم آخر سوا ہو جائے گی
تیرے بیمار محبت کو دوا ہو جائے گی

جانکنی جو سب اداؤں میں ادا ہو جائیگی
وہ ہمارے واسطے تیغ قضا ہو جائیگی

کاکل پیچاں کی الفت بڑھتے بڑھتے آئی یہیں
تیرے وحشی کیلئے زنجیر پا ہو جائیگی

ای مسیحا تو عیادت کو نہ آئیگا اگر
موت خود بیمار فرقت کو دوا ہو جائیگی

وقت آرائش نہ ہر بار آئینہ دیکھا کرو
ہر ادا ورنہ تمہاری خود نما ہو جائیگی

رفتہ رفتہ ہوگا اے نازکت سکوں دل کو مرے
جب طبیعت درد و غم سے آشنا ہو جائیگی

او ستمگر مری خطا کیا ہے
چھوڑ ا بسمل یہ ماجرا کیا ہے

کیوں مٹاتے ہو مدعا کیا ہے
دل ہے میرا یہ نقش پا کیا ہے

فاتحہ تم نقاب الٹ کے پڑھو
ہم ہیں تربت میں اب حیا کیا ہے

مجھکو وحشت جنوں نے لوٹ لیا
اب گریبان میں رہا کیا ہے

ظلم جو چاہیں وہ کریں لیکن
یہ بتا دیں مری خطا کیا ہے

دل ہے اپنا گنہگار پہلے سے
آپ کے تیر کی خطا کیا ہے

دل میں اسکے سوا نہیں کچھ اور
ہم سے پوچھے کوئی وفا کیا ہے

جس نے داد وفا نہ دی اے دل
اس سے امید اوس کا گلا کیا ہے

ٹکڑے دل کے کئے برابر دو
عدل کا اور مقتضا کیا ہے

میں نے مانا کہ تم خفا ہو مگر
ہجر میں موت بھی خفا کیا ہے

جب قیامت ہے ابتدای عشق
دیکھنا ہے کہ انتہا کیا ہے

پوچھی وجہ ستم تو ہنس کے کہا
اور معشوق کی ادا کیا ہے

جبہ سا اس سے ہوں کہ بتلا دو
میری تقدیر میں لکھا کیا ہے

کی محبت مگر نہ یہ سمجھے
ابتدا کیا ہے انتہا کیا ہے

مضطرب دل کو خود کیا تم نے
پھر کہو گے اسے ہوا کیا ہے

دل سنبھالے ہوے ہیں کیوں مجبور
شب فرقت کا ماجرا کیا ہے

ایسے ناداں کو دل دیا ناٹک
جو نہ سمجھے کہ مدعا کیا ہے

جلائیگی لہو سوزش جگر کی
کہے دیتی ہے سرخی چشم تر کی

نظر سیدھی ہوئی کب چارہ گر کی
وہی شدت رہی درد جگر کی

انھیں ہو قدر بے صبری نظر کی
جو دیکھیں کیفیت زخم جگر کی

جو ایذا تھی مقدر میں اٹھائی — کریں کیونکر شکایت چارہ گر کی

خبر لے اے اجل تو ہی خدا را — کہ ایذا دہ ہے فرقت چارہ گر کی

میں لاغر کب بدل سکتا ہوں کروٹ — عنایت ہے فقط درد جگر کی

مٹے پر بھی یہی ہے حسرت دل — بنوں میں خاک تیرے رہگذر کی

لکھا قسمت کا اپنی پیش آیا — شکایت ہے عبث بیداد گر کی

مرا خط پڑھکے اس کو آئیگا غیظ — الٰہی خیر کرنا نامہ بر کی

پس مردن بھی مدفن میں ہمارے — رہیگی روشنی داغ جگر کی

نہیں داغ جگر سینے میں نانک
نشانی ہے کسی رشک قمر کی

اگر لیں امتحاں میری وفا کے — طریقے بھول جائیں وہ جفا کے

پشیماں ہونگے وہ مجھکو مٹا کے — خیال آئیں گے جب میری وفا کے

کہا اس نے مری تربت پہ آکے — جہاں میں یہ طریقے ہیں وفا کے

دکھا دیں گے تمہیں صورت تمہاری — ہم اپنے دل کو آئینہ بنا کے

سنو میرے دہان زخم دل سے — گلے بیداد کے شکوے جفا کے

بتوں کو کرو میرے نہ برباد — بہت اسرار ہیں ان میں خدا کے

میرے ملبوس سے وحشت ہے ظاہر
گریباں ہے نہ دامن ہیں قبا کے

عیادت کو سنا ہے آئینگے وہ
اثر کچھ پاسے جاتے ہیں شفا کے

کیا ظاہر سب اپنا حال فرقت
انھیں دردوں کا افسانہ سُنا کے

وہ مست خواب اب بیدار ہوگا
دکھائے آفتاب آئینہ لا کے

ابھر کر یہ حبابوں کی صدا ہے
طریقے سیکھ لو ہم سے فنا کے

محبت کرکے ہم مژگاں سے ناوک
نشانہ بنگئے تیر قضا کے

اشارے ہیں تمہارے نقش پا کے
یہاں پر ہیں مزار اہل وفا کے

خبر لی فرقت جاناں میں آکے
غرض طرفہ کرشمے ہیں قضا کے

جگر کے زخم آلے ہیں ابھی تک
چلیں آہستہ سب لاشہ اُٹھا کے

کسی دن حشر برپا کیجئے گا
سوئے گور غریباں آپ جا کے

جو ہوتے بال و پر بلبل کے صیاد
قفس لاتی سوئے گلشن اڑا کے

بتا اتنا تو اے چرخ ستمگر
ملا کیا خاک میں ہمکو ملا کے

نکل آئیگا دل پیکاں کے ہمراہ
نہ کھینچو تیر سینہ پر لگا کے

جہاں میں ہوگئے دونوں کے شہرے
تمہارے ظلم کے میری وفا کے

سمجھتے ہیں تری اُلفت کو جو راز
مری جاں دل میں رکھتے ہیں چھپا کے

محبت کا ہے اک آغاز و انجام ہیں طالب ابتدا میں انتہا کے

کبھی اُف تک نہ اے نانک کرینگے
اٹھائینگے ستم کو انتہا کے

ساقیا تیری عنایت کی سدا دھوم رہے آج مے سے کوئی میخوار نہ محروم رہے

فاتحہ پڑھ دو سر قبر گذرنے والے بات یہ سنگ لحد پہ مری مرقوم رہے

میرے مرنے کی خبر سُنکے دعا دی اُسنے یا خدا اور سے مرحوم نہ محروم رہے

نہ میسر کبھی بھولے سے ہوا وصل کا عیش عمر بھر فرقت دلدار میں مغموم رہے

کمر یار نزاکت کے سبب ہے وہ طلسم ہوکے موجود نگاہوں سے جو معدوم رہے

یہ رہے یاد یہ ہے خوبی نظم اے نانک
ہو طرح لاکھ بُری شعر نہ مذموم رہے

آئینہ دکھائیگا تصویر حیرانی مری اُنکی زلفوں سے کوئی پوچھے پریشانی مری

اے خیال یار کیوں رہتا نہیں ہے دل میں تو کیا تجھے مدنظر ہے خانہ ویرانی مری

ہجر کی شب انتظار یار سے ثابت ہوا کار مشکل بنگئی دنیا میں آسانی مری

اُنکو ہے آئینہ و آرائش گیسو سے کام دیکھتے ہیں کب وہ حیرانی پریشانی مری

روز محشر نام ہے جسکی سحر کا خلق میں ہے شب فرقت مری جان ایسی طولانی مری

ناکت اپنے دل مضطر کو تپاں رہنے دے
ضبط سے کام لے فریاد و فغاں رہنے دے

اشک آنکھوں سے شب و روز رواں رہنے دے
ای غم ہجر مجھے گریہ کناں رہنے دے

وہ نہ آئے ہیں نہ آئینگے دلا پاس مرے
امتحان اثر آہ و فغاں رہنے دے

عاشق کوی بتاں ہوں مجھے ای زاہد
مجھکو درکار نہیں باغ جناں رہنے دے

اس حسین کی نگہ مست سے سرشار ہوں میں
اپنے الطاف تو ای پیر مغاں رہنے دے

وحشت و کہسار پہ موقوف نہیں کچھ ای دل
دیکھوں وحشت مری اب مجھکو کہاں رہنے دے

واعظا کوچہ جاناں کے بیاں کر اوصاف
صفت حور نہ کر وصف جناں رہنے دے

اپنی قسمت سے پس مرگ یہ امید نہیں
انکے کوچہ میں جو تربت کا نشاں رہنے دے

شکوۂ جور تو کیا مونھ سے کبھی اف نہ کروں
مجھکو خاموش اگر میری زباں رہنے دے

قابل نار ہوں لیکن ہے مجھے خواہش خلد
دیکھوں رحمت تری اب مجھکو کہاں رہنے دے

مر کے بھی کوچۂ جاناں سے نہ جاؤں ناکت
میری تقدیر اگر مجھکو یہاں رہنے دے

ہم بیٹھ کے یوں کوچۂ قاتل سے نہ اٹھے
جسطرح مسافر کوئی منزل سے نہ اٹھے

شعلہ ہے ہر اک داغ جگر سینہ میں میرے
کسطرح پھر اے ماہ دھواں دل سے نہ اٹھے

وہ شمع صفت خاک ہوے جل کے سحر تک
جانباز جو ای جاں تری محفل سے نہ اٹھے

فرماتے ہیں وہ راز محبت نہ عیاں ہو
سو بار جلے اور دھواں دل سے نہ اٹھے

اتنا تو دکھا دے اثر الفت کامل
وہ زینت محفل مری محفل سے نہ اٹھے

پروا نہیں اسکی کہ رہے جان کہ جائے
سر اپنا مگر اب در قاتل سے نہ اٹھے

تو آئیگا اس سمت کبھی دھیان جو یہ تھا
ہم نقش قدم بن گئے منزل سے نہ اٹھے

یہ کہہ سکے جو بیٹھے تھے کہ مر جائیں گے نانک
بے سر ہوئے ہم کوچہ قاتل سے نہ اٹھے

یوسف سے بہت اچھی ہے تقدیر کسی کی
مشہور ہوئی مصر میں تصویر کسی کی

حالت ہوئی یوں ضعف سے تغیر کسی کی
تھا پاؤں سے باہر ہوئی زنجیر کسی کی

یوں حشر میں آیا کوئی دیوانہ الفت
لب پر ہے فغاں ہاتھ میں تصویر کسی کی

ای فرط نزاکت ترا احسان بہر طور
رک رک کے چلی حلق پہ شمشیر کسی کی

مضطر شب غم دیکھ کے یہ دل کی سوجھی
ہنستی ہے مرے حال پہ تصویر کسی کی

تھا دید کا دعوی تو بہت حضرت موسی
دیکھی نہ گئی آپ سے تنویر کسی کی

روشن نظر آتا ہے سیہ خانہ زندان
اسطرح سے لو دیتی ہے زنجیر کسی کی

یہ آتش فرقت نے اثر اپنا دکھایا
پانی کی طرح بہتی ہے زنجیر کسی کی

جب چھپ نہ سکا خون حشر کے دن ہوئی ہے نانک
یوں ہنس کے دکھا دیتا ہوا تصویر کسی کی

اجل آئی نہ نکلی کوئی حسرت آسماں میری
گلے مل مل کے مجھ سے روتی ہے عمر رواں میری

مرا مطلب جب آیا سو گیا وہ خوبی قسمت
شروع شام سے سنتا رہا جو داستاں میری

ابھی ہے ضبط کی قوت دل مجروح میں باقی
قیامت ڈھائیگی اے آسماں کر دوں فغاں میری

بیانِ قصۂ سوز دروں کا دھیان آیا تھا
خدا جانے دہن میں آ گیا ہے یا زباں میری

جنہیں نفرت تھی میرے نام سے اب چاہیں مردن
رواں ہیں شاکی بیٹھے سن رہے ہیں داستاں میری

وہ وحشی ہوں نہ پوچھو مدّتِ قیدِ ستم مجھ سے
ہزاروں مرتبہ بدلی گئی ہیں بیڑیاں میری

بھروسہ کیا کسی کی دوستی پہ ہو بھلا ناٹک
چلی ہے چھوڑ کر تن کو مرے روح رواں میری

جب نقاب رخ ہٹا لی جائیگی
طبع عاشق کیا سنبھالی جائیگی

طور پر جلوہ ہے خود بیتاب دید
بات موسیٰ کی نہ خالی جائیگی

جام سے کھینچکر مری آنکھوں میں مے
نور کے سانچے میں ڈھالی جائیگی

کیا نہ دوگے ایک بھی جام شراب
فصل گل ایسی بھی خالی جائیگی

مر رہا ہوں دو نہ دامن کی ہوا
پھر نہ چہرے کی بحالی جائیگی

اچھی صورت دیکھکر اے عیب حسن
بات کب موہنہ سے نکالی جائیگی

حال دل کیا پوچھتا ہے بیجہ گر
آنکھ زخموں پہ نہ ڈالی جائیگی

کیوں حسینوں کو ہے نانک شوق قتل
تیغ بھی ان سے سنبھالی جائیگی

ہزار جان سے صدقے ہیں تیغ قاتل کے — شگفتہ ہو گئے سب زخم قلب بسمل کے
دہن سے خون میں تر ابور آہیں آئی ہیں — ضرور ٹوٹ گئے آج آبلے دل کے
میان بحر محبت حیات ختم ہوئی — پہنچ رہا ہے سفینہ قریب ساحل کے
تمہارے در پہ پہنچکر اجل ہی آجائے — کسی طرح تو نکل جائیں حوصلے دل کے
گلے لگانے کی حسرت میں سر بکف ہیں جہاں — عجب طرح کے ہیں انداز تیغ قاتل کے
ضرور آج اٹھائی کسی نے رخ سے نقاب — بنے ہیں نیر اعظم چراغ محفل کے
ہوا بندھی ہے یہ صحرا میں آہ مجنوں کی — کہ آج پردے اڑتے جا رہے ہیں لیلیٰ کے
بہار آئی ہوا لے چلی غبار مرا — جنوں کی حد ہی تا شہر خاک میں دل کے

کہیں تو کیا کہیں نانک وہ بد نصیب ہیں ہم
فلک کے دور میں نکلے نہ حوصلے دل کے

سبزہ پہ کبھی صدمۂ شبنم نہ رہیں گے — ہر روز کا رونا جو رہا ہم نہ رہیں گے
شانے کے سبب انہیں اگر خم نہ رہیں گے — دل کہتا ہے پھر گیسوؤں میں ہم نہ رہیں گے
سیماب کی اور برق کی کیا اصل حقیقت — تڑپینگے اگر قلب و جگر ہم نہ رہیں گے

ہنستا ہے فلک کیوں مری ہستی کو مٹا کے
آباد نہ ہوگی کبھی اُجڑی ہوئی بستی
مانا کہ وہ بیگانہ ہیں عرضِ تمنا
اسرارِ فنا سمجھے ہیں اے گلشنِ دنیا

اک روز وہ آئیگا وہ عالم نہ رہیں گے
جب تک کہ مرے قلب میں غم نہ رہیں گے
محفل میں تری بیٹھ کے چپ ہم نہ رہیں گے
ہم تجھ میں بہ رنگِ گل و شبنم نہ رہیں گے

اُٹھوا سے گئے کوچۂ دلدار سے ناتک
بس محفلِ دنیا میں بھی اب ہم نہ رہیں گے

دنیا میں جو تصویر تو سودا مرا دل ہے
اک شعلۂ بیتاب یا برقِ تجلی مرا دل ہے
یا دانۂ بیتاب حسرت و امید کا مجمع
ہوتا ہے یہ کچھ کم نہیں اے برقِ تجلی
جس وقت کہ تجھ کو آئینہ بنایا

دنیا جسے کہتے ہیں یہاں اتنا مرا دل ہے
اُس عارضِ پُرنور کا شیدا مرا دل ہے
اُس شکل سے خاک اُڑتی ہے صحرا مرا دل ہے
فرقت میں جدا سب سے بہ تنہا مرا دل ہے
اُس دن سے حسینوں کا تماشا مرا دل ہے

کام آئیگی دنیا کی مسرت بھی نہ تا حشر
ناتک غمِ فرقت کا ستایا مرا دل ہے

تری تحریر دیکھیں گے تری تقریر دیکھیں گے
اگر اہلِ جذبِ الفت وہ تری تاثیر دیکھیں گے

دکھائی عشق نے جیسی حسن کی تصویر دیکھیں گے
کلیجے میں مری پیوستہ اپنا تیر دیکھیں گے

کلیم اللہ کا گویا خط تقدیر دیکھیں گے
نظر بھر کر اگر ہم دوست کی تصویر دیکھینگے

لکھا جائیگا پھر فہرست اہل دل میں نام اپنا
مگر پہلے لگا کر وہ ہزاروں تیر دیکھیں گے

دکھا دینگی فنا کے بعد آنکھیں اپنی وا رہکر
اگر وہ حسرت دیدار کی تصویر دیکھیں گے

افسانے کی طرح ہوگا گریباں چاک رنج و غم سے
جو اے قاصد وہ میری پر الم تحریر دیکھیں گے

تم ہی جاں اب کلیجہ تھام کر ہشیار ہو جاؤ
ہم اپنے جذب دل کی آج پھر تاثیر دیکھیں گے

ہزاروں کے گلے کٹ جائینگے خود اپنے ہاتھوں سے
تمہارے دست نازک میں اگر شمشیر دیکھیں گے

ہمارے پاؤں کو مثل فلک گردش ہے ہر لحظہ
اب اس سے بڑھ کے کیا اے گردش تقدیر دیکھینگے

ہمیں اپنی اسیری کا زمانہ یاد آئے گا
کسی کو گر کہیں ہم بستہ زنجیر دیکھیں گے

رقم جو ہو گیا آئینہ لوح مقدر میں
بہر صورت وہی اے کاتب تقدیر دیکھیں گے

نہ ہوگا صورت انجم کبھی اے دل شمار ان کا
مرے سینے میں وہ اتنے نشان تیر دیکھیں گے

نکل آئینگے ناوک آنکھ سے بیساختہ آنسو
ہماری بیکسی کی وہ اگر تصویر دیکھیں گے

ہم تمہیں ہر وقت اے اہل ایمان جاں رکھا کیے
راز الفت کی طرح دل میں نہاں رکھا کیے

بزم میں اہل سخن حسن بیاں رکھا کیے
جنکو ہے لطف زباں رنگیں بیاں رکھا کیے

جب تری تصویر نظر اسکے ہر یہاں رکھا کیے
درد و غم کو اپنے دل میں ہم نہاں رکھا کیے

خوبیِ قسمت سے منزل تک نہ پہونچے آجتک
راہ میں ہم نقشِ پائے کارواں دیکھا کیئے

مجھکو مضطر دیکھکر رکھا سرِ سینہ پہ ہاتھ
ہر گھڑی وہ حالِ قلبِ ناتواں دیکھا کیئے

گو مٹے پر بھی مٹاتے ہیں وہ میری قبر کو
بے نشانی میں بھی ہم اپنا نشاں دیکھا کیئے

عمر گذری وادیِ اُلفت نہ نانک طے ہوئی
سیکڑوں منزل بہ منزل کارواں دیکھا کیئے

عجب کیا اس ادا پہ جان اگر جاتی ہو دل کی
قیامت کرتی ہیں نیچی نگاہیں میرے قاتل کی

تردد ہے مجھے یہ ہم طبیعت پائے قاتل کی
دعائیں مانگتا ہوں جان بچ جائے مرے دل کی

کچھ اور دل سخت جانی کم نہ تھی مقتل میں بسمل کی
قیامت کر گئی اُس پر نزاکت میرے قاتل کی

تمہارا نقشِ پا ہے یہ سمجھ کر دیکھ لیتے ہیں
نہیں تو کب سمجھتے ہیں حقیقت ماہِ کامل کی

ہمارے بعد ہم کو اسطرح وہ یاد کرتے ہیں
کہ رونق تھی کسی کے دم سے کل تک اپنی محفل کی

غرورِ ناز سے اذنِ سخن دم بھر جو پا جاتا
یہ اتنا پوچھتا کیسی طبیعت ہے مرے دل کی

قیامت تک دکھاتے ہو منہ نہ گر دل پہ بر آئے
ذرا بھی دیکھئے گر بے قراری بیتابی مرے دل کی

سراپا حسرت و ارماں چلا دنیا سے میں اے جاں
تمنا ایک بھی نکلی نہ جیتے جی مرے دل کی

جگر و دل ہجر میں تڑپے یہاں تک ہو گئے باہم
عیادت غیر ممکن تھی نزع میں بسمل بے بسمل کی

سمجھ لو کیا جو گذری ہے تمہاری دردِ فرقت میں
خدا پر خوب روشن ہے جو حالت ہے مرے دل کی

ہوئے ہیں دونوں زخمی اُس نگاہِ ناز سے نانک
جگر کی کیفیت جو ہے وہی ہے کیفیت دل کی

ایک دل ایک جگر ناوکِ مژگاں کتنے
ایک ہیں اور مری جان کے خواہاں کتنے

موت کہتی ہے مسیحا سے کہ صحت ہے محال
ہو چکے ہیں ترے بیمار کے درماں کتنے

جگر و دل میں مرے دیکھ لے ای تیر فگن
تیرے ارماں کیطرح رہتے ہیں پیکاں کتنے

ہے عبث ہجر کی تکلیف کا شکوہ مجھکو
غم اُٹھائیگا ابھی ای دل نالاں کتنے

وقت گریہ مری آنکھوں سے شبِ فرقت میں
اشک خوں بنکے نکل آتے ہیں ارماں کتنے

ہیں وہ قیدی ہوں کہ سُن سُنکے مرا نالوں کو
روتے ہیں حال پہ میرے پسِ زنداں کتنے

دہنِ زخم سے کس کس کا کروں شکر ادا
ہیں مرے سر پہ تری تیغ کے احساں کتنے

تر کروں دشت میں ان سب کی زبانیں کیونکر
ایک ہیں آبلہ پا خارِ بیاباں کتنے

اس زمیں میں وہ غزل تو نے کہی ہے نانک
جسکے سُننے کے ہیں مشتاق سخنداں کتنے

آہ لب تک شبِ فرقت میں اگر آئی بھی
ساتھ اُس شوخ کے ہو گی مری رسوائی بھی

تم جو پہلو سے شبِ وصل سدھارے اُٹھکر
ہوش بھی ساتھ گئے تاب و توانائی بھی

قبر مجنوں سے یہ آتی ہے صدا بعد فنا
بیکسی بھی مری غمخوار ہے تنہائی بھی

عمر بھر پھرتے رہے ملک جنوں طے نہ ہوا
دشت گردی بھی کی اور بادیہ پیمائی بھی

دیکھ کر جلوہ ترے حسن کا اے شوخ حسین
طالب دید بھی بیخود ہیں تماشائی بھی

وحشی عشق کا دنیا سے الگ ہے انداز
دیکھے ہیں سیکڑوں دیوانے بھی سودائی بھی

جان دیتا ہوں تو دل میں یہ خیال آتا ہے
ہو گی ہمراہ مرے آپکی رسوائی بھی

جائینگے بعد فنا قبر میں ناناک ہمراہ
حسرت و یاس بھی اور عالم تنہائی بھی

رات دن مانند آئینہ نظارا کیجئے
دل میں آتا ہے تمہاری شکل دیکھا کیجئے

موت سے پہلے تو رسم و راہ پیدا کیجئے
حضرت دل آپ پھر اُنکی تمنا کیجئے

وہ وفادار ان اُلفت ہیں کہ مٹ سکتے نہیں
آپ تربت کو مٹاتے ہیں مٹایا کیجئے

سب سے پہلے کیجئے بیہوشی کا کچھ علاج
ورنہ کس اُمید پر تیری تمنا کیجئے

ہجر میں مرنے کا ہم نے تو ارادہ کر لیا
بندہ پرور اب غرور ناز بیجا کیجئے

چشم شوق دید میں ہیں سامنے آتے نہیں
کونسا پردہ ہے یہ ایسا نہ پردا کیجئے

ساکنان شہر خموشاں پڑے ہیں بیخبر
دو قدم چلئے جہاں میں حشر برپا کیجئے

آپ تو شرم و حیا سے آنکھ اُٹھا سکتے نہیں
ہم سے کہتے ہیں ذرا ذکر زلیخا کیجئے

طالب دیدار ہوں میں حضرت موسیٰ نہیں
سامنے آجائیے مجھ سے نہ پردا کیجئے

خدا نے حسن تم کو اور تم کو ہمیں نے مانگا ہے
تعجب ہو رہا ہے اہل دل کو اُسکے جینے پر
وہ یہ فرما رہے ہیں دفن کرکے اپنے کشتوں کو
غم درد جدائی نے کیا ہے اسقدر حیراں

جدا انداز اس سائل کے ہر سائل سے نکلیں گے
جو یہ سمجھی مری ارمان میرے دل سے نکلیں گے
مسافر اب نہ یہ تا حشر اس منزل سے نکلیں گے
نہ اشک آنکھوں سے نکلیں گے نہ نالے دل سے نکلیں گے

صفت جب ساقیِ گلفام کی لکھونگا اے نانک
عجب مضمون رنگا رنگ میرے دل سے نکلیں گے

بیدرد بھی وہ شوخ ہے درد آشنا بھی ہے
ارماں بھی میری قتل کا ہے حوصلا بھی ہے
کیا قہر ہے خلاف وہ روز جزا بھی ہے
دل کو حضور شوق سے تعزیر دیجئے
یہ وجہ ہے جو قبر میں آنکھیں کھلی رہیں
تنہا نہیں وہ شوخ مرے قتل میں شریک
جو چاہے جور کیجئے مجھ پر مگر حضور
میری طرح سے ناز اُٹھائے حضور کے
ارماں کے ساتھ جان نکل جائیگی مری

معشوق بھی ہے عاشق جور و جفا بھی ہے
تم سا ستم شعار کوئی دوسرا بھی ہے
آفت کا سامنا مجھے پیش خدا بھی ہے
لیکن بتائے کوئی اسکی خطا بھی ہے
ارماں تمہاری دید کا بعد فنا بھی ہے
انداز بھی غمزہ بھی ناز و ادا بھی ہے
اصرار ہے خیال کہ روز جزا بھی ہے
ایسا کسی کا دل بھی ہے یہ حوصلا بھی ہے
تیر ادا حضور کا تیر قضا بھی ہے

پردے میں رہ کے بزمِ جہاں میں ہے جلوہ گر
گو مجھ میں ظلم اٹھانے کی طاقت نہیں ہے ہی
اب دیکھیں کس کی بات رہے سرخرو ہو کون
تیرے سوا یہ وصف کسی اور میں نہیں

روپوش بھی وہ شوخ ہے اور خودنما بھی ہے
لیکن کسی ستم کا زباں پر گلا بھی ہے
بالیں پہ وہ مسیح بھی ہے اور قضا بھی ہے
مشہور بےوفا بھی ہے اور باوفا بھی ہے

ناطق شبِ فراق میں کوئی نہیں ہے پاس
آز دو وہ مسیح بھی ہے اور قضا بھی ہے

سوزِ غم سے اسطرح ہم داغِ تاباں دل میں ہے
بزم میں دیکھا نیا یہ سوزِ الفت کا اثر
عشق کرنے سے طرح کے ہم کو جھگڑے پڑ گئے
دور سے جیسے نظر آتی ہے صورت موت کی
جل کے پروانہ نصیحت کر گیا یہ شمع کو

شمع روشن جسطرح شیشۂ تری محفل میں ہے
جو ہے گریاں شمع کی صورت تری محفل میں ہے
دل کشاکش میں ہے اپنا جان بھی مشکل میں ہے
مثل آئینہ چھپا ہے وہ خنجر قاتل میں ہے
ہائے وہ اک شب کا مہماں صبح جو اس محفل میں ہے

ہے یوں ہی آغوش میں ناطق مری وہ بحرِ حسن
جسطرح دل کا سفینہ دامنِ ساحل میں ہے

عروسِ حسن سے گر آپ گفتگو کرتے
کمندِ زلف اگر حلقۂ گلو کرتے

ابھی تو لا کے ہم آئینہ روبرو کرتے
وہ میری ساری سیروں میں آبرو کرتے

سمجھ کے غیر بھی گر آپ آبرو کرتے / تو دوستوں کی طرح خاطر عدو کرتے

نہ چھٹتا راز زلیخا کے دست الفت کا / ہزار بار بھی یوسف اگر رفو کرتے

جو سنتے قتل کا فرمان کرتے سجدۂ شکر / ہم آب خنجر جلاد سے وضو کرتے

جو ہوتا مشق تصور میں کچھ کمال ہمیں / ترے خیال سے پہروں ہی گفتگو کرتے

بلاتے غنچے چٹک کر جو جاتے باغ میں تم / اشارے سے آنکھوں کے اپنی حباب جو کرتے

جو چند تار بھی ملجاتے میرے دامن کے / جناب قیس گریبان میں رفو کرتے

جو جانتے کہ ہے دل میں ہمارے تیری جگہ / تو دیر و کعبہ میں کیوں جا کے جستجو کرتے

زہے وقار ہوئیں تجھ سے طور پر باتیں / کلیم ہوتے تو ہم ان سے گفتگو کرتے

نہ سیکھتے ہیں کبھی ہرگز نماز کرتے ترک / شراب ناب سے ہم زاہدا وضو کرتے

بر آیا حسرت دل مرنے سے ترے ناٹک / ذرا سمجھ تو پھر ان کو کیوں عدو کرتے

اوصاف مختصر ہیں یہ اس خوش جمال کے / کھنچتا ہے حق سے نور کے سانچے میں ڈھال کے

ای دل طریق عشق ہو چلے دیکھ بھال کے / بدنام ہوگا آنکھ سے آنسو نکال کے

آتے ہیں یاد وہ دن مجھکو کیا کیا وصال کے / پچھتا رہا ہوں اب ہی سراپا ملال کے

بیتاب دل ہے عشق میں اس خوش جمال کے / لاشہ مرا اٹھائیں احبا سنبھال کے

سب طالبان دید کی آنکھیں ہیں فرشِ راہ
کیوں رکتے ہیں حضور قدم دیکھ بھال کے

پھیلا ہی ہاتھ حشر میں آیا میں اسطرح
بوسے عطا نے لیئے دستِ سوال کے

ہنس ہنس کے زخمِ دل چھیڑ لیتے ہیں وہ نمک
پہلو نکالتے ہیں نئے اندمال کے

ہیں برق کیطرح نہ ہوں بیتاب کسطرح
سینے سے لیگیا ہے کوئی دل نکال کے

اللہ رے نزاکتِ دل مرا روتا ہی آجتک
وہ ہنس دیئے تھے تیر جگر سے نکال کے

ناکت فراق یار میں یوں موت آگئی
ارمان دل میں رہ گئے سارے وصال کے

عمر بھر لازم ہے تیرا غم رہے
خانۂ دل خانۂ ماتم رہے

ساقیا یہ بزم کا عالم رہے
پیش ساغر شیشۂ پرنم رہے

ہجر کی شب بھی نہ تنہا ہم رہے
ہر گھڑی ہمراہ درد و غم رہے

وہ مسافر ہوں جو مر بھی جاؤں میں
ساتھ میرے کاروانِ غم رہے

پڑھ کے رکھ لی خونِ دل نے آبرو
جب مری آنکھوں میں آنسو کم رہے

وہ نہ آئینگے تو ہی اے موت آ
کوئی کب تک مبتلائے غم رہے

میرے مرنے کا تمہیں کب غم ہوا
حال پریشاں گیسوئے پرخم رہے

آپکی ترچھی نظر سے ہے عیاں
دن اب اپنی زندگی کے کم رہے

آہ نانک مر گئے فرہاد و قیس
غم اُٹھانے کو فقط اک ہم رہے

جب تم آؤ گے قیامت ہو گی
اے صبا تجھ سے شکایت ہو گی
غیر ہے شام سے حال بیمار
کس سے سنبھلے گا بھلا اے عیسیٰ
وہی تقدیر کا لکھا ہے مری
آپ ہٹ جائیگا سامنے سے

دور سب کفر کی ظلمت ہو گی
گل جو شمع سر تربت ہو گی
ختم کیونکر شب فرقت ہو گی
درد کی دل میں جو شدت ہو گی
اُن کے خط میں جو عبارت ہو گی
نزع میں غیر جو حالت ہو گی

وہ خفا ہو گئے ہیں اے نانک
زیست کی کونسی صورت ہو گی

غشی ہے ایسے تری لطف کی نگاہوں سے
سمجھ کے کچھ نکل آتے ہیں اُنکی آنکھوں سے اشک
تمہارا کوچۂ گیسو ہے اسقدر تاریک
کسی سے چرخ جفاجو یہ ڈر کے کہتا ہے
الگ بُلا کے سزا دیجئے مجھے اے دوست

نہ منعموں سے غرض ہے نہ بادشاہوں سے
جو دیکھتا ہوں میں حسرت بھری نگاہوں سے
جناب خضر بھی نا آشنا ہیں راہوں سے
خدا پناہ میں رکھے تری نگاہوں سے
نہ اور کوئی ہو واقف مرے گناہوں سے

برا بھلا نہ کہا کیجیے سر محفل
زمانہ دیکھیے گا مجھکو بری نگاہوں سے

ستم یہ خوب نہیں ہے سخن پائی بیداد
الٹ نہ جائی زمانہ کسی کی آہوں سے

حیا بڑھی تو کہا قیس سے یہ لیلیٰ نے
کہ پردے اٹھتے ہیں محمل کے تیری آہوں سے

دعا رشید سے اکمل کو کیوں نہ دوں تانک
کہ جس نے کر دیا واقف سخن کی راہوں سے

دل میں ہر دم جلوۂ جانانہ ہے
صورت موسیٰ مرا افسانہ ہے

جان دے گا شمع پر پروانہ آپ
گر خیال ہمت مردانہ ہے

وادی وحشت میں ای لیلیٰ نزاد
ایک اپنا قیس کا افسانہ ہے

مثل رندوں کے تمہاری چال کا
یار جو انداز مستانہ ہے

اپنی توبہ کو زمانہ ہو گیا
بند مدت سے در میخانہ ہے

جام جم ساقی جسے کہتی ہے خلق
وہ ہماری خاک کا پیمانہ ہے

سوز غم سے دونوں شکو جل گئے
شمع محفل ہے نہ اب پروانہ ہے

تم سنو تو شمع و پروانہ کا حال
کچھ عجب دلسوز یہ افسانہ ہے

رات بھر روتی ہے یہ ہر بزم میں
شمع کو ایسا غم پروانہ ہے

سوز الفت سے فراق یار میں
داغ دل اپنا چراغ خانہ ہے

کہتے ہیں سب دل کی وحشت دیکھکر
یہ کسی کی زلف کا دیوانہ ہے

میں ہوں ساقی ایسا رند بادہ نوش
میرے دم سے رونق میخانہ ہے

شمع محفل کے قریب وقت سحر
اے صبا خاک سپہ پروانہ ہے

چرخ پر ثابت ہے دور ماہ سے
رات دن گردش میں یہ پیمانہ ہے

دل پہ جو نانک کیا کرتا ہے جور
اُس ستم ایجاد سے یارانہ ہے

ابھی کھینچی ہے خامہ نے کہاں شوخ ستمگر کی
بھلا گویا بھی ہو دیکھیں کہیں تصویر پتھر کی

بڑھی ہے یہ محبت رفتہ رفتہ اوس دلبر کی
ہماری داغ دل میں ہے کہ شمع خورشید محشر کی

شکایت کیا برائی سامنے آئی مقدر کی
دیا دل اُسکو جس نے خدایا بندہ پرور کی

وہ بحر حسن رونے کا تماشہ آج دیکھیگا
الٰہی آبرو رکھنا ہمارے دیدۂ تر کی

ہمارا شوق دل اور خنجر ستم بتائیگا
طریق عشق میں حاجت نہیں ہے راہبر کی

کرو دعویٰ نہ یکتائی کا پہلے آئینہ دیکھو
نظر آئیگی تم کو تمہیں شکل اپنے برابر کی

مرے دل سے ملا کر آئینہ وہ شوخ کہتا ہے
سکندر دیکھ دونوں میں صفائی ہے برابر کی

تری تیر نظر سے دل جدا ہو کسطرح میرا
کشش الفت کی ہے قاتل یہ دونوں میں برابر کی

ملک جن و بشر سب تھے ہیں سنگ اسود کو
خدا نے اپنے گھر میں کی ہے یہ توقیر پتھر کی

ملے گی آج تجھ کو بھی سخن کی داد اے نازش
تری جانب عنایت کی نظر ہے ہر سخنور کی

وابستہ زوال ہے اوج کمال بھی
ہے باکمال ہوتا تو ہوتا زوال بھی

آنکھوں سے چھپ کے رہتا ہے کوئی کمال بھی
جب جانوں تم کو پاتا نہ میرا خیال بھی

کس کشمکش میں پڑ گئی افسوس زندگی
مہماں ہے دل میں یاس بھی شوق وصال بھی

اب کوئی عرض حال کا موقع نہیں رہا
عرصہ ہوا کہ بند ہوئی بول چال بھی

دعویٰ برابری کا کرے کوئی کیا مجال
تم نے نظیر بھی نہ چھوڑی عدیم المثال بھی

صورت ہی خیال کی دنیا بدل گئی
اب جان کو وبال ہے حد کمال بھی

پردہ اٹھا جو پیکر کی تکلیف سے کھلا
ممکن جسے سمجھتے ہیں وہ ہے محال بھی

کچھ ایسا ہو گیا ہوں کہ کچھ بھی نہیں خبر
نا آشنائے حال ہے اپنا خیال بھی

مشتاق دید ہو کے گئے بھی تو کیا ہوا
آئی نہ راس آنکھ کو برق جمال بھی

محشر میں کس زبان سے ہوں میں پکارتے
نکلا جواب بن کے ہمارا سوال بھی

کس طرح اس سے عرض تمنا کرے کوئی
مشکل ہو جس کے سامنے اظہار حال بھی

ہم سے سیاہ کار عجب کشمکش میں ہیں
شوق گناہ بھی ہے تو خوف مآل بھی

دنیائے حسن و عشق میں وہ بد نصیب ہوں
پستی سے جا ملا مرا اوج کمال بھی

اس قرنیا لکھنے پڑھنے میں یہ شاعری کا رنگ
نانک ہے بے نظیر بھی اور بے مثال بھی

تیرے قبضہ میں جو میرا دل ویراں ہو جائے	پھر تو مٹھی میں محبت کا بیاباں ہو جائے
کچھ تو آخر نگہ شوق کا ساماں ہو جائے	اُسکا عرفاں تو نہی اپنا ہی عرفاں ہو جائے
شور فریاد سے فرقت میں ہے بھی غرض	آپکا ظلم زمانہ پہ نمایاں ہو جائے
طول زینت کی دیکھی ایام شباب	پھر یہ مقصود کہ آئینہ بھی حیراں ہو جائے
تیرے وعدہ پہ جو پابند میں ہو کر بیٹھوں	خود میرا گھر ہی مجھے صورت زنداں ہو جائے
دل ہے جسے ذرۂ ناچیز جہاں کہتا تھا	ابھی چاہے تو یہی حشر کا میداں ہو جائے
حُسن کو روز ازل سے تھا یہی تو مقصود	ہستی عشق کا ہر ذرۂ پریشاں ہو جائے
کھلکے ہے رخ سے نقاب اُسنے اُلٹ دی شب کو	روشنی کچھ تو سر گور غریباں ہو جائے
روح کو پڑ گئی پھر جذب جفا کی عادت	دل میں جو آئے ترا تیر مری جاں ہو جائے
کوئی جانے کبھی شوق سے پھر اذن اُسے	متصل خلد کے گر کوچۂ جاناں ہو جائے
وہ جو دم بھر کو چلے آئیں مری بالین پہ	مرحلہ موت کا جلدی کہیں آساں ہو جائے
اس کو کہتے ہیں جنوں یہ ہیں کرامات جنوں	ہاتھ جس چیز پہ پڑ جائے گریباں ہو جائے
اصل میں ہر کا تماشا تو یہی ہے نانک	کبھی ظاہر ہو کبھی آنکھ سے پنہاں ہو جائے

دل صد آئینہ دار دیکھئے کب تک رہے
مسکن عشوۂ یار دیکھئے کب تک رہے

طرفہ یہ نانک بہار دیکھئے کب تک رہے
سینہ میں دل داغدار دیکھئے کب تک رہے

عشق میں دل بیقرار دیکھئے کب تک رہے
نیم نظر کا خمار دیکھئے کب تک رہے

ہے کبھی تیغ یار دیکھئے کب تک رہے
زندگی مستعار دیکھئے کب تک رہے

جوش جنوں میں بہار دیکھئے کب تک رہے
جامۂ تن تار تار دیکھئے کب تک رہے

ہجر میں دل داغدار دیکھئے کب تک رہے
فصل خزاں میں بہار دیکھئے کبتک رہے

مر کے بھی دل بیقرار دیکھئے کب تک رہے
جنبش لوح مزار دیکھئے کب تک رہے

فتنے اُٹھے جابجا ہو چکا محشر بپا
شوخی رفتار یار دیکھئے کبتک رہے

آمد جاناں سے دل ہو ہی چکا نا امید
موت کا اب انتظار دیکھئے کبتک رہے

نانک خستہ جگر، فرقت دلدار میں
گریۂ بے اختیار دیکھئے کبتک رہے

لائی ہے فصل بہار ہی سوی میخانہ مجھے
ساقیا دے آج پیمانہ پہ پیمانہ مجھے

تیرے صدقے ہوں دکھا دے چشم مستانہ مجھے
رکھ نہ ساقی ساقی آج بھر دم پیمانہ مجھے

دیکھنا نیرنگ الفت کے یہ نقشے دیکھنا
جسکا شیدا ہوں وہی کہتا ہے دیوانہ مجھے

چٹکی ہی دونوں جہاں کی سیر ہو بیٹھی نظر
تیرے صدقے آج تو پیمانہ دو پیمانہ مجھے

جلگیا سوزِ محبت سے مگر اُف بھی نہ کی
شمع رو کیونکر نہ سمجھیں اپنا پروانہ مجھے

چشمِ ساقی کے تصور میں کبھی جو سو گیا
خواب میں آیا نظر اک خمِ پیمانہ مجھے

طول ہو یارب شبِ ہجراں کو میری طول تو
ختم کرنا ہے غمِ فرقت کا افسانہ مجھے

میکشو بتلاؤ تم مجھکو نہ دو دیجے کمال
کیوں دیا منھ پھیر کر ساقی نے پیمانہ مجھے

ڈھونڈھتا ہوں اُن کے کوچہ میں جو میں اُنکے قدم
راہرو ناداں سمجھ لیتے ہیں دیوانہ مجھے

آہ بھی ہر دم ہے لب پر نالۂ شبگیر بھی
میں بھی رسوا ہو رہا ہوں اُن بتِ بے پیر بھی

کچھ سبب اسکا ہی اے دلبر کہ بے تقصیر بھی
مجھ سے تو بھی ہے کشیدہ اور تری تصویر بھی

دیکھنے والوں کو ہو جاتی نہ سودا زلف کا
ساتھ میرے دفن کرنا پاؤں کی زنجیر بھی

ہو گئے مضطر اسطرح اے دل نہ آتا وہ کبھی
کچھ اثر نالے کا ہے کچھ آہ کی تاثیر بھی

وائے مرگِ ناگہانی رہ گئی دل میں مرے
آرزوئے تیر بھی اور حسرتِ شمشیر بھی

ہر جراحت کا مزا قاتل ہمارے دل سے پوچھ
اسنے زخمِ تیغ بھی کھائے ہیں زخمِ تیر بھی

آتا ہے کس شان سے محشر میں دیوانہ ترا
ہتکڑی بھی بیڑیاں بھی طوق بھی زنجیر بھی

دیکھ اے بت ہے یہ دونوں کی خموشی کا سبب
بے زباں ہیں ہم بھی ازل سے اور تری تصویر بھی

پیش ہو اور خونِ ناحق کی شہادت کیلئے
ہو گئی گویا تیغ بھی قاتل زبانِ تیر بھی

حاصل سوائے خاک نہیں جب مزا ہیں
ارمان وصل دل سے نکالکر شب فراق
جبتک رہینگی پرسش اعمال حشر میں

نانک بتوں سے عشق
کعبہ سے گئے نہ قبلہ

ہمیں دیکھنا خود ہی آتا نہیں ہے
خبردار رہنا مریض محبت
ستم اور ستم کرکے ہنسنا کسی پہ
تری کوششوں پر ہیں صدقے مسیحا
قدم کوئے جاناں میں رکھنا سنبھل کر
ستم ڈھاو یا رحم سے پیش آؤ
سے تم خدائی مری ہاتھ آئی
کسی کی محبت میں دیوانہ ہونا

محبت میں نانک نہ
کسی پر کسی کا اجارہ

شہید ناز کی میت عجب عبرت کا عالم ہے
بجز سر کوئی حسرت کوئی مصروف ماتم ہے

تجاہل سے ہر اک پوچھتے ہیں میری لاشہ پر
ہزاروں حسرتیں سوتی ہیں کس کا ماتم ہے

تماشہ دیکھنے آئے ہیں آپ بھی اپنی جفاؤں کا
اگر زخم جگر میرا تماشاگاہ عالم ہے

نہ ہوا اہل زمیں کو غم مرا پروا نہیں سکی
وہ تڑپیں بجلیاں وہ آسماں پر میرا ماتم ہے

عطا کرتی ہی کیا کیا ولولے وحشی گیسو کو
خدا رکھے بڑی فیاض تیری زلف برہم ہے

مداوای ناامیدی آج تو ہمت دکھا اپنی
نگاہ یاس سے کرنا اجل کا خیر مقدم ہے

نہ آنکھیں کھل سکیں لیکن کہا بیمار نے اتنا
جو وہ بالیں پہ آئے ہیں تو درد دل بہت کم ہے

غزل مرثیا میں لکھنا اور ناٹک اس طرح پڑھنا
خدا رکھے زمانہ میں غنیمت آپ کا دم ہے

کو شور مچایا میری شوریدہ سری نے
آنے نہ دیا ہوش مگر بے خبری نے

دی جلد خبر اس کو یہ قاصد سے نہ ہوتا
کیا کام کیا آج نسیم سحری نے

پژمردہ کیا آج مرے غنچۂ دل کو
اے نخل تمنا تری اس بے ثمری نے

دل نے تو کیا ہجر میں پہلو سے کنارہ
پر ساتھ دیا شدت درد جگری نے

اے شوخ ستمگر مری بیتابی دل سے
صدمے تجھے پہنچائے ہیں درد جگری نے

سنکر میری فریاد کو دل دکھ گیا انکا
تاثیر دکھائی ہے یہ آہ جگری نے

آئیں گے تڑپتے ہوئے ہم آپ کے در پر | بے چین کیا اور جو دردِ جگری نے

کچھ جان کے میں شور مچاتا نہیں نانک
مجبور کیا ہے مری شوریدہ سری نے

تمام شد دیوان نانک

دیوان نانک ملنے کے پتے

(۱) شیو نندن پرشاد ماتا پرشاد پبلیشر چوک بنارس سٹی
(۲) بشیشر پرشاد اینڈ سنس چوک بنارس سٹی

تحفہ لکھنؤ

واضح ہو کہ ہمارے یہاں ہر قسم کا چکن و کامدانی کا مال بنا ہوا تیار رہتا ہے، جن صاحبان کو ضرورت ہو بذریعہ خط طلب فرمائیں۔ سو روپیہ سے زیادہ مال منگانے والے کو خرچہ بھی روانہ کرنا چاہیئے۔